

۴۵ رسالہ

۵۲ رسالہ

۴۴ رسالہ

۸۱ رسالہ

۵۰ رسالہ

۴۶ رسالہ

۵۹ رسالہ

۴۵ رسالہ

۴۶ رسالہ

۴۹ رسالہ



سٹرنس اینڈ کمپنی دواسازان (پبلک امریکن) مشہور و عام

سٹرنس کارڈیل آنکھ ڈوورائل کنٹرول

مچھلی کے تیل کا نہایت نفیس جوہر معکشتہ فولاد پاکیزہ۔ ہالابو۔ اور ایلماش۔

مغربی کھانسی اور کزوری کا بہتر علاج۔ عدد ۱۲ دعا ۱۲

سٹرنس ایڈیکس کیور

ہر قسم کے درد سر کے واسطے بلاضرر و زود اثر۔ اور یقینی فائدہ رسان دوا نقطی

مدت خرید۔ و معرفت سٹرنس کی اصلی ہے ۱۲ قوس ۱۲

سٹرنس ٹینجیلائیڈس

کیسی ہی مثالنے کی تیاری ہو اس کے استعمال سے دور ہو جاتی ہے۔ بہترین

دوا ہیشہ کامیاب ہم گولیوں کی شیشی (ع)

ن کولا

مقوی و مانع و اعصار

لی و کان صرفت تازہ اور غیر خشک کی

انگری۔ سے تیار کیا

بود اثر۔ اور کامل صحت کی حالت

نہ اچھو کرنے کے لئے بہتر

معینہ کو درست کرتی ہے۔ و

یہ تیار کردہ کارخانہ فریڈرک سٹرنس

سیا کہ فیق رمضان جس میں

ایڈیکس ڈیویرلٹ ملک امریکہ کے مشہور آلات بین ٹانفس ایڈورٹائزنگ کمپنی

نشریہ دروازہ دہلی سے معیت اور بلا محصور طلب کرو۔

ہر شہر کے تمام انگریزی اشیا بیاد و گاندہ فرخوش ہیں



بوم

سلسلہ جدید  
مارچ و اپریل ۱۹۰۸ء

نمبر ۶۵

فہرست مضامین

تصویر عالیجناب نواب لطف الدین خان بہادر

صفحہ	مضمون	مضامین
ب	بذریعہ	
۱	تعارف	
۳	ن لطیفہ (۲)	مولوی محمد منشا
۱۳	میدہ	مولوی محمد
۱۶	روح (۱)	مولوی منشا
۲۶	تمط	مولوی قطب
۳۰	راۃ شیعہ (۱)	مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی حیدر آباد دکن
۴۲	ل	مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی حیدر آباد دکن
۴۳	اری کر چند گھنٹے (۲)	مولوی جواد علی خان صاحب قالی حیدر آباد دکن

# ایڈیٹوریل

پچھلے مہینے ہم مخزن کے خانہ برائڈاز چین "نامہ نگار میر ناصر نواب صاحب  
فراق دہلوی کی خوش مذاقی کی داد دیتے وقت اپنے دل میں کہتے جاتے تھے  
کہ جب مخزن جیسا صلح کل پرچہ بیچارے اورنگ زیب پر قتل انسان مشہور ہوا  
بلکہ قتل عبد کا سنگین اور ڈراؤنا الزام لگا کر شمس العلماء خلی نقابی کی مسلسل حاکم  
اور بے ریا محنت پر بانی پھیرنے کی کوشش کرتا ہے جو اندوہ کے کسی منبر دین  
اورنگ زیب کی برائے  
جو اورنگ زیب کے

فروری کے پرچہ۔  
ہے ہمیں نہیں  
کے دل پر کیا گز  
کے ایڈیٹر صاحب

اس تصویر میں دار  
ہے جس میں امر اور دار کا  
کے کاغذ ہے پر ایک بندوق  
تا جدار بیٹھا ہے اور اس کے سامنے ایک شخص قشت میں ایک کٹا ہوا سر پیش  
کر رہا ہے۔ تصویر کے نیچے لکھا ہے "دارا کاسر اورنگ زیب کے سامنے لایا جاتا  
ہے"

یہ ہے وہ مرقع جو زمانہ کے فروری منبر نے اپنے ناظرین کو یہ دیکر اس لمبی فارم

کی استرکاری کی ہے جس پر اداب دیونیورسٹی کے قابل گریجویٹ اور پولیٹیکل گلشن کے  
نہ ہمال منشی دیا نرائن گم بی۔ اسے ہندو مسلمانوں کو پہلو پہ پہلو اور دست بدست  
کھڑا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔

ہم اس واقعہ کے متعلق یکٹ ہینن کرنا چاہتے کہ آیا دارا کا سر اور نگ زیب کے  
سامنے لایا گیا یا نہیں۔ بلکہ صرف اس قدر دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اس تصویر میں  
فنون لطیفہ یا علم تاریخ یا فن ادب کا ایسا کونسا بڑا راز مکر و محتاج جس کے انکشاف  
سے ہمارے زمانہ ساز دوست نے جو ڈھائی برس پہلے اکبر منبر نکال کر پروادا کی ٹیوٹ  
پر امرت جل چھڑک چکے تھے پڑ پڑے کی سفاکی کا یون خاکہ اوڑا کر موجودہ نسلیوں  
کی معلومات میں اضافہ کرنا چاہا ہے بات کہ اورنگ زیب قاتل بے رحم سفاک چور ڈاکو  
مستعصب یا مبت شکن تھا انگریزی تاریخ نویس

طالب العلم اور ہندوستان  
و تقریر اور مضمون نگاروں اور ایڈیٹروں  
اتما کا ہر سچوت جاتا ہے اور ضرورت

اب اس واقعیت میں کسی مزید  
ہوے راج سال ہوتے تھے دو  
سے بہت پرے ہے۔ ان اس کی

میں باقی رہے اگر زمانہ کے فاضل ایڈیٹر نے خیال میں اورنگ زیب کو اپنے افعال  
کی کافی سزا نہیں مل چکی ہے تو بہتر ہے کہ اس کی قبر بھی مسمار کر دیں۔ اور زمانہ  
کے مسلمان ناظرین سے چندہ کر کے اورنگ زیب کے کشتون کی یاد گاہیں اہرام  
مصر سے بھی اونچے اونچے مینار قائم کرائیں۔

غالباً مخزن کے مہرز ایڈیٹر صاحب اب سمجھیں گے کہ الہادی ظلم بن کر اور

فراق صاحب کا مضمون چھاپ کر انہوں نے کیوں کر اس فتنہ کو جگا دیا جس کی  
سویا رہنا ہی ہندوستان کی دو بڑی قوموں کے حق میں اچھا تھا۔ کیا اچھا ہوتا  
کہ مخزن میں سلیمان شکوہ کے نسل کا سین دکھا کر بیٹے کا رونا نہ رویا گیا ہوتا تاکہ  
آج زمانہ کو باد کا سر پیش کرنے کا موقع نہ ملتا۔

اس غرض سے کہ ہم بچا خٹائے واقعات کا الزام نہ لگا یا جائے ہم اس  
مقبولہ کی اصلیت بھی بتائے دیتے ہیں یہ تصویر بظاہر تو ایک ہندو انگریزی  
پرچہ "انڈین ورلڈ" سے لی گئی ہے مگر دراصل منوجی کی کتاب "اسٹوریٹو موگور"  
کی جلد دوم کا سر درق ہے اور منوجی جس درجہ کا کذب الکاذبین اور راسل التعصیرو  
ہے اس کا حال وہ حضرات جانتے ہوئے جنہوں نے کتاب پڑھی ہے۔

تاکہ ہو سکے اپنے معاشرین  
ایسے مواقع پیش آ ہی جاؤ  
ن کہ مضامین کی دیکھ بھال  
نہ نہ ملے۔ تو خدا جانتا ہے  
بھی کچھ نہ لکھیں مگر افسوس  
وائے ایسے مضامین شائع  
ہے۔

محافل سے

سے اختلاف ہو

ہیں۔ اگر ہمارے

اور جانچ پرتال!

کہ ان کی شان میں

ہے کہ ایڈیٹر صاحبان

کرتے ہیں جن کے مندر

مثلاً نانہ کے مسی پرچہ میں۔ میں یہ حس ارژنگ شائع ہوا ہے جبکہ ہم اوپر  
ذکر کرتے ہیں جناب افق لکھنوی کا ایک مضمون تحفظ عصمت کے عنوان سے نکلا  
ہے۔ اس مضمون میں ہوپال کے خاندان شاہی کے مورث اعلیٰ کا گوند کی رانی سے  
برسر پیکار ہوئے اور اس کے بعد صلح کرنے اور آخر کار اس کے ہاتھوں میں ہر یلہ رنگ

مین ڈوبی پوشاک پہن کر مارے جانے کا واقعہ قلم بند کیا گیا ہے۔ اصلیت کچھ ہی کیون نہ ہو لیکن جناب افق ہمیں معاف کریں اگر ہم یہ کہیں کہ اس قد بخیتہ مغز اور کہنے منقح ناظم و ناشر ہونے کے باوجود یہ مصنون اوہنوں نے ایسے مجددے اور بھوندے طریقہ سے لکھا ہے کہ معمولی نو مشق مصنون بھار بھی نہ لکھے گا۔

افق صاحب فرماتے ہیں کہ خان صاحب (بھوپال کے خاندان شاہی کے مورث) کی ہوا سے نفسانی نے آخر گوڈ کی رانی کو تاک لیا۔ زعم حکمرانی نے فوج کشی کی ٹھہرا دی .... لڑائی جھڑپی .... رانی قلعہ بند تھی ..

... محاصرین کثیر التعداد تھے .... محصورین کو دم لینے نہ دیا۔ .... رانی دلا چاند تھی اس کی تیج شجاعت میں مہا کالی کی تلوار کا جوہر تھا .... قلعہ سے

نکل پڑی .... حملہ آوروں نے ناکوں بیچنے حمارے .... محاصرین کے دانت کھٹے کھٹے داد شجاعت دی اور ....

سر پر آ پھونچے .... آگے دریا سد راہ ڈھوسے دہشتن .... خان شجاعت لڑے ....

اور تلوار میان مین رکھ لی .... صلح بہتر میل ملاپ اچھا رانی بھی ....

میں تھی .... طوالت جنگ .... چوم کر ہاتھ سے رکھ دی اور ....

منظوری صلح کی تقریب میں خوشی کے تقارے بجوائے .... ایک پیامبر زمین بوس ہوا اور یوں خان صاحب کا پیام سنایا۔ موفونی جنگ کا شکریہ صلح و آشتی کی مبارکباد۔ رشتہ اتحاد کا استحکام لازمی مراسم ربط و ضبط کا نباہ فرض

عین .... یہیں مکلیف کیجئے۔ ع دو دل یک صندوق کشند کوہ را



کسی کو مجال نہیں کہ اس اتفاق کی مضبوط رستی کو توڑ سکے۔۔۔۔۔ رانی نے لفظ  
 لفظ گوش ہوش سے شائع شدہ انگیزی صحن کا نون مین کہتی جاتی تھی کہ  
 مطالب سعدی دیگر است۔۔۔۔۔ رانی کے لب گل رنگ پر مہر خاموشی نے بھی  
 دوپہ فونون کو نواہم بنا دیا۔ اُس کے غنچہ دہن کی قدرتی مسکراہٹ سے عالم  
 سکوت میں بھی گویائی کی ایک اداسے دلنواز پیدا تھی۔۔۔۔۔ بلبیل خوش نوا وعدہ  
 شیریں صدا شمع گل پر بیٹھے ہوئے سیر بلغ کا مزہ لے رہی ہے۔ صیاد نے  
 خاموشی سے نظر بجا کر حال تان رکھا ہے۔۔۔۔۔ یہی حالت اس وقت رانی کی تھی  
 ۔۔۔۔۔ رانی نے انکار و اقرار کے نتیجے پر اچھی طرح سے غور کیا۔۔۔۔۔ فہم سلیم بول اٹھی  
 کہیں ہوا بھی مٹھی میں بند ہوا ہے۔ سایہ کو بھی کسی نے بکڑ پالیا ہے آگ کپڑے  
 میں کب تک نہ۔۔۔۔۔ نظر جواب کا تھا۔۔۔۔۔ رانی کی انگشت  
 قبول پیشاں  
 ہو رہی تھیں  
 منزل موئے مر  
 جڑ دین آنکھوں۔  
 ۔۔۔۔۔ دو منزل پر ٹھہری  
 ہونے لگے۔۔۔۔۔ انکار  
 نے جی بھر کے داؤن پیچ۔  
 وقت مقررہ آ پھونچا۔ رانی کی طرف۔۔۔۔۔ چوٹال نوشہ پیش ہوئی۔۔۔۔۔ نوشہ سلامت  
 نے پوشاک شاہی سے قاست زیا کو زینت دی۔۔۔۔۔ اور بیتابی دل اُسے  
 اس برج فلکستان پر لگی جس میں اُس کبک وارفتہ حرف کے ماہ خوبی کی شعلیں  
 در دیوار پر ستارے چمک رہی تھیں بڑے تپاک سے استقبال ہوا۔۔۔۔۔ ہائے

بدن بھینکا جاتا ہے .... ہے ہے دم بھڑکا جاتا ہے .... اس صدا سے پروڑ  
اور نالہ جگر خراش نے اہل محفل کی صفین خالی کر دیں .... مسند نوشہ چاروں  
طرف سے گھر گئی .... مریض سوختہ جگر مرغ بسمل کی طرح رلپ رہا تھا ....  
اہل محفل سناٹے میں ہو گئے اتنے میں زبور آرا سے پاکدامنی گو ہڈ کی با عصمت  
رائی چمچم کرتی سر ہانے آئی جھپک کر چہرے کی طرف دیکھا وہ خان صاحب  
کیون کیون کیون خیر نشد جوش سفیتان کہاں ہے ۔ شادی تو کیسے جائے ....  
خان صاحب کی پتلیاں بھر گئیں ۔ آخری وقت بھی اُس جامہ عصمت کو ایک نظر  
دیکھ نہ سکے .... لباس شادی کفن بن کر بدن سے اُترا .... رائی نے آنچل  
سمیٹے اور یہ کہتی ہوئی جھم سے دریا میں کود پڑی ۔

جان پر کھیلے ہیں جی سے گزرنے والی زندہ نام است کیا کرتے ہیں مرنے والے  
ہم نے جناب افق کے مصنون کے انتہا سے اس لیے کام لیا ہے

کہ ہمارے ناظرین انہیں کے الفاظ میں وہ  
جس شخص کو خدا نے ذرا سا بھی ذوق  
وہ اس اقتباس کو ایک نظر دیکھتے  
مقصہ کے بیان کرنے سے بجز اس  
خان صاحب کے ایک اول

درجہ کا ظالم اور سفاک عیاش اور رائی گو ۔  
نہایت کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ با تو ان کے الفاظ میں خیالات کا ساتھ دینے کی  
قابلیت نہ تھی یا واقعات میں اتنا بھی دم نہ تھا کہ با وجود ان کی اس گنگا جمنی  
مرہم پٹی کے جس سے انہوں نے قصہ کی ٹوٹی ہڈیوں کے جوڑنے کی کوشش  
کی ہے ۔ وہ اس قابل نہ تھے کہ اپنے پانوں پر کھڑے ہو سکتے ۔

خان بھوپال کا کیر کمر جن الفاظ میں دکھایا گیا ہے ان سے بجز اس کو اور

کوئی نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ وہ ایک نہایت ہی شریف منش سپاہی تھا۔ بے در  
 شکسین کھانے کے بعد جب رانی کا قافیہ بالکل تنگ ہو گیا اور خان کے  
 بالکل اختیار میں تھا کہ اُسے گرفتار کر لیتا اُس نے اُن سپاہیانہ جذبات سے متاثر  
 ہو کر جو بہادر دشمن کے ساتھ آڑے وقت میں اچھا سلوک کرنے پر مجبور کیا کرتے  
 میں اُسے رانی کو امان دی۔ اُسکے بعد باوجودیکہ رانی پر پوری دسترس رکھنا تھا  
 اُس نے بجائے جبر کے ہشتی کے ساتھ پیغام پہنچا جسے رانی نے جھوٹوں بھی  
 تو روئے کیا جس سے معلوم ہوتا کہ وہ خان صاحب کے دورے ڈالنے سے رضی  
 نہیں ہے ایسی حالت میں اگر ہچارے خان نے یہ سمجھ کر کہ محبت کے جس تیرنے  
 میرے دل کو زخمی کیا ہے وہی رانی کے دل میں بھی تراؤ ہو اسے اپنے ارمانوں  
 کے نکلنے کا خیال کیا تو۔۔۔ ایسی حالت میں جبکہ بقول جناب افق  
 رانی چندے آفتاب۔۔۔ اور جامع المنقرضین ذ  
 پہلے سے موجود تھی اور۔۔۔ دیکھا ہی تھی۔ مگر رانی نے  
 بجائے اسکے کہ اس۔۔۔ طریقہ سے کام لیا جو ہر۔۔۔  
 طور سے صاف انکار کر دی۔۔۔ کی موت مرتی۔ لیکن اُس نے ایسا نہ کیا۔۔۔ شریف دشمن سے روزیلاۃ اتفق  
 لیکر ایسا نام چھوڑ گئی جسے جناب افق ہی سلو سکتے ہیں۔  
 معلوم ہوتا ہے کہ جناب افق باوجود زمانہ حال کے نہایت ہی متحرک ہونے کے  
 ابھی تک خفاء عجائب اور گلزار نسیم کے طلسمات کے کنوینین جہانک ہے ہیں  
 ورنہ ناممکن تھا کہ رانی کو ڈھوا اپنے محل سے دور تلوار لیے میدان جنگ میں

حریف سے لڑنے آئی ہو اور بے سرو سامانی کی حالت میں دریا کی طرف بھاگی ہو  
 اور آمان پانے کے بعد اُسی حریف کے قلم کی دوسرے منبرل میں بطور  
 مہمان مقیم ہو دفعۃً دو گھنٹے کے اندر ایسا لباس تیار کرالے جو خان صاحب کے  
 جسم پر ٹھیک اترے اور پھر اس لباس کو زہر کے ایک ایسے مہنک مرکب میں  
 غوطہ دے جو رومہ کے مشہور و معروف خاندان بوجیا کے لیے بھی سرمایۂ فتنہ ہو  
 یہ تو صرف طلسمات کی بدولت ہو سکتا ہے کہ سنٹرل انڈیا کے کٹ و سٹ میدان  
 میں حضرت گنج کو دہلوی لینڈ لکینی کی دوکان مع سنگر کی تمام مشینوں کے اور کیننگ  
 کلچ کی لیبرٹری مع تمام آلات و ادویات ترکیب و تحلیل کی ساری کے چشم زدن  
 میں حمالہ دیوئی کی پیٹھ پر پہنچ جاسے۔

گوئڈ کی رانی نے قتل عمد کے ساتھ خودکشی کا ارتکاب کر کے اپنے عقل و فہم  
 کے لیے کوئی قابل تحسین صداقت نامہ نہ لکھا۔ اس سے تو برا تب بہتر ہوتا  
 کہ جناب افتخار رانی گوئڈ کے ہاتھ میں بھیدیتے جس کی سمیت لے  
 افضل خان کی پیٹھ پر وہ نشان چھوڑا۔ یہ کہ جس میں شجاعت پر ایک  
 کلنک کا ٹیکا ہو کر چمکے گا۔ کیونکہ  
 جنس ہم آغوشی تو نصیب ہو گئی۔

فارسی شاعری میں جو درجہ نظیری نیشاپوری کا ہے وہی اردو میں میر تقی  
 دہلوی کا ہے۔ لیکن میر صاحب کے کلام کے باغ میں فیض نامہ نے پر کوئی  
 کے سبزے کا دامن بالیدگی یہاں تک وسیع کیا ہے کہ نغز گوئی کے پھولوں  
 کے خرمن کے خرمن ہاس میں چھپ گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ میر  
 کا نام ہندوستان کے ہر اردو دان بچے کی زبان پر جاری ہے پھر بھی بہت

کہ لوگ ایسے ہونگے جنہیں اُن کے کلام کے بالاستعداد پڑھنے کا اتفاق  
ہوا ہو۔ اسلیے بڑی ضرورت اس امر کی تھی کہ ان پھولوں کا عطر کمینچا جائے تاکہ  
ذوق سلیم کا مشام اس کی خوشبو سے معبر ہو۔ لیکن اس کام کو وہی شخص انجام  
دے سکتا تھا جس کے دماغ میں سخن فہمی کے ساتھ سخنوری کی خوشبو بسی  
ہوئی ہو۔ ہم نہایت خوش ہیں کہ اس کام کو ہمارے مکرم مولوی میر علی حیدر صاحب  
طبا طبائی نے آریل نواب عماد الملک بہادر سی۔ ایس۔ آئی مشیر کونسل  
وزیر ہند ہونے نہایت خوش اسلوبی اور خوش سلیقگی سے انجام دیا ہے۔  
ہم اس کے محامد و محاسن گنانے سے اس لیے احتراز کرتے ہیں کہ عطر است  
کہ خود ہو یہ نہ کہ عطار گوید۔ یہ عطر فتنہ خباب میر صاحب کی دوکان سے مرین  
مل سکتا ہے۔

ہمیں یہ خبر نہ کہ  
مالک مولوی نصیر الدین  
کا سبکچا نا اردو اخبار  
سلیم الطبع اور مستقیم الشعار  
وہ اس اخبار کو اور نیز انگریزی  
اُس کے لحاظ سے اُن کی کوشش  
میں جگہ دے اور اُن کے پسماندوں کو جن کے ساتھ اس صدمہ میں ہمیں دلی ہمدردی  
ہے۔ صبر جمیل عطا فرما کر یہ توفیق بخشے کہ ان دونوں اخباروں کو جو جنوبی ہند میں  
مسلمانوں کے ملی و سیاسی حقوق کے محافظ ہیں سابقہ استقامت کے ساتھ روغن  
مستمرہ پر چلائے جائیں۔

کرم آباد پنجاب کا ایک چھوٹا سا گاؤن ہے جو وزیر آباد کے ریلوے اسٹیشن  
 سے دو میل کے فاصلہ پر سیالکوٹ کی سڑک کے کنارے واقع ہے۔ آج سے  
 کوئی پچیس سال پہلے مولوی کرم الہی خان صاحب مرحوم و مغفور کو جنہیں سکھ  
 حکومت کی جابرانہ دستبرد کو باعث اپنے با اقبال آبا و اجداد سے ترکہ میں بجز  
 خاندانی شرافت کے اور کچھ نہ ملا تھا اپنی کھوئی ہوئی عظمت اپنی مٹی ہوئی  
 وجاہت کے احیا و تجدید کا خیال پیدا ہوا اور انھوں نے ایک قیمتی  
 جائیداد نواح وزیر آباد میں خرید کر اس گاؤن کی بنیاد ڈالی اور اپنے نام  
 کی شتی اول کی رعایت سے اس کا نام کرم آباد رکھا۔ مرحوم مسلمانان طبقہ  
 متوسط کی اُس قدیم تہذیب کا ایک روشن نمونہ تھے جس کی جھلک اطراف  
 و اکناف ہند میں اب بھی کہیں کہیں نظر آجاتی ہے لیکن جسے یورپین تمدن  
 زمانہ کے مقتضیات کا حلیف بن کر بیٹھنے کی کوشش کر رہا ہے۔ ان واقعات  
 کا تذکرہ کہ کس طور پر انھوں نے باوجود بن کے گھر میں پیدا  
 ہونے کے جن کو انھیں تعلیم دلانے کا رت نہ تھی محض اپنے  
 وہی شوق سے طرح طرح کی صعوبتیں و اقسام کی مصیبتیں  
 جھیل کر علوم متداولہ حاصل کئے۔ ان کے زیر باز و کمر بل پر انھوں  
 نے درس و تدریس کے ذریعہ سے ساری ایک ایسی راہ نکالی جسے ان کے  
 ہم چشم رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ کیونکہ انھوں نے باوجود اُن قصبات  
 سے گھر سے ہوئے ہونے کے جو انگریزی تعلیم کے خلاف ملک میں پھیلے  
 ہوئے تھے اپنے بیٹے کو انگریزی تعلیم دلانی شاید ایسے شخصی واقعات کا  
 اعادہ سمجھا جائے گا جس سے عام طور پر ہمارے ناظرین کو دلچسپی نہ ہو۔  
 اس لئے ہم صرف اسی قدر لکھنے پر اکتفا کریں گے کہ اس روشن خیال بزرگ کا



بوجھ سے سبکدوش ہوئے تو در د کا وہ چشمہ جو سالہا سال تک اندر ہی اندر  
 ابل رہا تھا ایک بیک پھوٹا پڑا اور انھوں نے ملکی اور قومی خدمت کی  
 دشوار گزار وادی میں قدم رکھا۔

زمینداروں کا فرقہ جس قدر معزز اور شریف اور جس حد تک ملک  
 کی سرسبزی و رونق کا کفیل ہے اُسی درجہ ذلیل و خوار اور جاہل و متبعال  
 بھی ہے۔ اس کی پستی و نکبت کی داستان اگر شروع کی جائے تو کئی  
 دفتر سیم ہو جائیں۔ یہ فرقہ اگرچہ تمدنِ ہند کے نظامِ جسمانی میں بہتر لہ ریڑھ  
 کی ہڈی ہے اور بلا تشبیہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے خون اور پسینے پر کل  
 ملک کی زندگی کا دار و مدار ہے لیکن خود اس فرقہ کے افراد کی عام حالت  
 یہ ہے کہ دو وقت پیٹ بھر کھانا بھی مشکل سے ملتا ہے۔ ان کی اس  
 فاقہ مستی اور پریشان روزگاری کے اور اسباب خیر جو کچھ بھی ہوں لیکن  
 اس میں شک نہیں کہ سب سے بڑا اس حالت ہے۔ علم کی  
 روشنی جو زینتِ بزم کون و فساد ہے اسلئے ہنگام پہونچی ہی نہیں  
 اور یہی وجہ ہے کہ نہ ان کو اپنی خیر نہ اپنے حقوق کی۔ وہ نہیں جانتے  
 کہ سوسائٹی میں ہم کیا حیثیت اور رتبہ رکھتے ہیں اور اس حیثیت  
 اور درجہ کے برقرار رکھنے کے لئے سرکار سے کن حقوق کا مطالبہ کرنا چاہیے اور ان  
 حقوق کے تحفظ کے لئے کیا تدابیر اختیار کرنی چاہئیں۔

بے علم بھی یہ لوگ ہیں غفلت بھی ہوتاری افسوس کہ اندر ہی ہیں اور سو بھی رہیں  
 اس فرقہ کی اصلاح کا بیڑا وہی شخص اٹھا سکتا تھا جو اول تو انہیں میں  
 سے ہوتا کہ ان کی حالت زار سے کما حقہ واقف ہونے کے باعث  
 ان کی اندرونی خرابیوں اور کمزوریوں کے رفع کرنے کا پوری طرح سے



اہل ہو۔ ثانیاً اُس میں موجودہ مشکل پسند زمانہ کی اہم اور سچ درپیش ضرورتوں سے ناخبر ہونے کے علاوہ علو عزم و استقلال کی صفت بدرجہ اتم موجود ہوتا کہ ہر ایون کی معاندانہ تعریف و تحقیک اور اپنوں کی دوست نوازانہ شہادت اُس کے جبین عزائم پر بل تک نہ ڈال سکے۔ اور ثالثاً ذاتی وجہات اور اثر رکھنے کے ساتھ وہ فکر معاش کی طرف سے بالکل مطمئن ہوتا کہ یہ روح فرسا فکر اتنے بڑے قومی کام کی سنگ راہ نہ ہو سکے۔

اسے زمینداروں کے فرقہ کی خوبی قسمت سمجھنا چاہئے کہ جس شخص نے اُن کی اصلاح کی گراں بار ذمہ داری اپنے اوپر لی وہ ان تمام صفات سے بوجہ احسن مصطف تھا۔ اُس عمر میں جب کہ کچھ تو قوا کے انحطاط کی وجہ سے اور کچھ آرام کے ساتھ کہ اس سر کرنے کی اُس خواہش کی بدولت جس کا معین ہو۔ پچیس انداز کیا ہوا اندوختہ اور سرمایہ ہوتا ہے ان شخصوں سے قطع تعلق کر لیتے ہیں اس شخص نے کمزور پن سے ذمہ لیا جس کی مشکلات کا سے پہلے اپنے اغراض و مقاصد کی تکمیل کے لحاظ سے زمیندار جاری کیا اور اُس کے ذریعہ سے اپنی وہ کاروان کے لئے بمنزلہ بانگ

تھی زمینداروں تک پہنچانی سرسری۔ یہ آواز اول اول بہت ہی دھیمی اور مدہم تھی لیکن رفتہ رفتہ بلند اور پاٹ دہوتی گئی یہاں تک کہ دشت و جبل وادی و کہسار اُس سے گونج اُٹھے اور ایک اخبار زمینداروں نے چند سال کے عرصہ میں وہ کام کیا جو بڑی سے بڑی طاقت نے صدیوں سے انجام نہ دیا تھا۔ زمینداران پنجاب میں حرکت اور بیداری کے آثار

پیدا ہو گئے۔ وہ اپنی حالت اور حیثیت اور وقت سے آگاہ ہو گئے۔ وہ اُن  
 حقوق کا جو مدت ہائے مدید سے یا تو نظر انداز ہو تو چلے آئے تھے یا پامال  
 کئے جا رہے تھے مطالبہ کرنے لگے۔ اُن میں شوق علم پیدا ہو گیا۔ اُن میں  
 قومی زندگی کی نشانیاں نظر آنے لگیں۔ اور بلا خوف و تردید کہا جاسکتا ہے  
 کہ ایک ادنیٰ کرشمہ اُس نئی روح کا جو اس اخبار نے زمینداروں میں بلاجحاظ  
 مذہب و ملت (اور یہ اس کا سب سے بڑا کارنامہ ہے) پھونکا دسی یہ تھا  
 کہ قانون نو آبادی ہائے پنجاب جسے اُنہوں نے اپنے لئے مفہم سمجھا اعلیٰ  
 رِغمِ اَنف مخالفین لارڈ منٹو کی عنایت سے نافذ ہوتے ہوئے رک گیا۔  
 اس کے بعد "زمیندار" کے واجب الاحترام ایڈیٹر نے جسے اُس کی  
 حق شناس قوم بجا طور پر اپنے حقوق کا محافظ و وکیل سمجھنے لگی تھی زمیندار  
 کانفرنس کی بنیاد لی جس کا بستر اسی سال لاہور اجلاس کرم آباد میں ہوا۔  
 اس کانفرنس کا مقصد جیسا کہ اس کا نام ظاہر کرتا ہے یہ تھا کہ زمینداروں کی  
 موجودہ تمدنی عمرانی اور اقتصادی حالت پر غور کیا جائے اور وہ تدابیر اختیار  
 کی جائیں جن سے اس کی حالت کی اصلاح ہو سکے۔ اس جلسہ میں اطراف و  
 اکناف پنجاب کے معزز ہندو سکھ اور مسلمان زمیندار جمع ہوئے تھے اور  
 بہت سے مفید رزولوشن پاس کئے گئے تھے۔ لیکن اس کے بعد اس  
 کانفرنس کا دفتر لاہور میں منتقل کیا گیا اور کانفرنس کے محترم بانی کی خواہش  
 پر تقسیم عمل کے اصول کے لحاظ سے اس کے انتظام کی باگ خان بہادر  
 محمد شفیع صاحب بیرسٹر ایٹ کو لایق ہاتھوں میں دی گئی۔ کانفرنس کا نام  
 بھی بدل کر زیادہ وقیع اور شاندار الفاظ میں "زمیندار ایسوسی ایشن"  
 رکھا گیا۔ لیکن یہ قول بالکل سچ ہے کہ ہر کسے۔ ابہر کار سے ساختہ

خان بہادر محمد شفیع صاحب ایک اعلیٰ درجہ کے قانون دان اور لایق شخص ہوں  
مضامین انگریزی بہت اچھے لکھ لیتے ہوں۔ قومی کاموں میں بھی میں دلچسپی  
ظاہر کرتے ہوں۔ لیکن زمیندار ایسوسی ایشن کا رولگ اُن کے بس کا نہ تھا  
نتیجہ یہ ہوا کہ ایسوسی ایشن ایک وجود معطل ہو کر رہ گئی۔

اب ضرورت اس بات کی تھی کہ زمیندار کا نفرنس کو پھر زندہ کیا جائے  
اس ضرورت کو سب سے زیادہ اس کے بانی و محسوس کیا اور اس عزم سے  
کام لے کر جو کسی وقت کسی مشکل کسی رکاوٹ کا شرمندہ احسان نہیں ہونا  
چاہتا اُنھوں نے فیصلہ کر لیا کہ یہ کا نفرنس پھر وجود میں آئے۔ اور اس میں  
زمینداروں کی قومی ترقی کے اسباب پر غور کر کے مناسب عملی تدابیر اختیار  
کی جائیں۔ چنانچہ اس کی نئی زندگی کا دور اس مہینہ میں شروع ہو گا اور  
اکرم آباد میں ۲۴ اور ۲۵ اپریل کو کا نفرنس کا جلسہ ہو گا۔ تمام زمینداروں  
کو بلا تفریق مذہب و ملت اس راہ دعوت دی گئی ہے۔ اس فرقہ کے جو  
حضرات شریک اجلاس کا نفرنس ہونا چاہیں اپنے قصد شرکت سے عالی جناب  
ایڈیٹر صاحب زمیندار کو جہاں پریل تک اطلاع دیں۔

حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوٰت کی جناب میں بہ تقریب

میلاد مبارک حضور انور ہمارے مخدوم و مکرم خان بہادر مولانا سید اکبر حسین صاحب  
نے ارادت و عقیدت کے موتیوں کی ایک لڑی نذر کے طور پر پیش کی ہے۔  
اس سلاک آلی کی آب و تاب جس پر عقد ثریا کو بھی رشک آئے گا ملاحظہ ہو۔  
ذکر رسول پاک ہے خیر زبان انس و جن روح کو اس سے ہے سرور قلب اس مطنین  
دلورہ دل جو ان قوت خاطر مسن سنئے اگر گوش جان مرد و ملک ہر رات دنا

صلیٰ علیٰ محمد و آلہ

خسرو کو ہے یہی شوقِ سجود اسی سے ہے      حالتِ ذوقِ وجد کا دل میں رد ہی ہے  
وہیں خدا کی پاک کی شان و نمود اسی سے ہے      منہ خیر سے ہی مہبت جو اسی سے ہے

صلی علی محمد و آلہ

حالتِ ملکِ قوم پر ہونِ شبِ روز بے قرار      دینِ سدا کو پیمبرِ دینِ الہی سببِ ہین پناہ  
مرکزِ طبع کیا بنے جس سے ہو کم یہ انتشار      آئے صد افلاک سے پڑے تو اسی کو بار بار

صلی علی محمد و آلہ

ہے یہ وہ نامِ خاک کو پاک کرے نگہار کر      ہے یہ وہ نامِ خار کو پہل کرے سنوار کر  
ہے یہ وہ نامِ ارض کو کروے سا بہار کر      اکبر اسی کا درِ تو صدق سے بیشمار کر

صلی علی محمد و آلہ

رہنے دے آسمان اگر تجھ سے ہی بر سرِ جفا      ہونہ ملول تجھ سے ہے دولتِ جاہ اگر خفا  
مسک مستند یہ ہے چھوڑ نہ تو رہ و نسا      نسخہِ حفظِ دینِ ہی یہ ہے ہی ٹھیک فلسفہ

صلی علی محمد و آلہ

✽

جناب خان بہادر نے حضور رحمۃ اللہ علیہ کے محامد و مناقب میں واد  
بلاغت دی تھی تو حافظِ فضل حق صاحبِ آزاد نے اُس سچی الفت کے اقتضا  
سے جو انہیں اسلام کے ساتھ ہے ملتِ بیضا کے فضائل اور مسلمانوں کی  
گذشتہ موجودہ حالت کی تصویر کھینچ کر رکھ دی ہے۔ امید ہے کہ ہمارے  
ناظرین اس نظم سے خطا فراوان حاصل کریں گے۔

پستی میں بھی اونچا ہے بہت نام ہمارا      دنیا سے مٹائے نہ مٹے نام ہمارا  
دل جانتے ہو گئے جو گزر جاتی ہے دل پر      لیتے ہیں جہانِ اہلِ مسلم نام ہمارا  
گفتار بھی کرتے ہیں ہمیں یادِ بے تعلیم      اب تک بھی جلا جاتا ہے اکلام ہمارا

اب تک بھی برابر نہیں ہوتی ہیں نگاہیں  
غیروں کے صحیفوں میں جواب سبب ناز  
نیرنگی قسمت کے سوا کیا ہے بہ تحقیق  
ہم جانتے تھے رنج سفر لطیفِ حضر کو  
جس جام سے سرشار ہے اب محفلِ عالم  
وہ دائۂ دولت جسے سب سمجھے ہیں زمین  
تہذیب میں اخلاق میں دنیاوی دنی سے  
پریش بھی نہ تھی دوست کی دشمن کی کچھ اسکو  
امت کے بندوں کی اطاعت میں مفر ہے  
مصر کی تھی آمد تو صبا کی تھی روانی  
طاعت تھی وہ طاعتِ عبادت تھی عبادت  
جنت تھی پس پشت سقر پیش نظر تھا  
اخلاص میں ایثار میں دونوں تھے برابر  
کیا مشرق و مغرب کی خبر پہنچی تھی ہم کو  
یا ہم میں وہی سارے زمانے سے نکلے  
تقدیر کے آگے نہیں چلتی کوئی تدبیر  
حاصل ہے بقائے ابدی جس کو وہ آزاد

کیا گرم ہے خورشید لب بام ہمارا  
وہ وحیِ ہادی ہے وہ الہام ہمارا  
امتدادِ آغازیہ انجسام ہمارا  
وہ رنج ہمارا نہ وہ آرام ہمارا  
اُس جام میں ہے شیرہ بادام ہمارا  
ہو جمع تو آگے نہ کبھی دام ہمارا  
تھوڑا بھی ادا ہونہ سکا دام ہمارا  
اک سیل تھا ابرِ کرم عام ہمارا  
تھا قیصر و کسریٰ کو بھی پیغام ہمارا  
پڑھتی تھی وظیفہ سحر و شام ہمارا  
تھا ولولہ یا وحق انعام ہمارا  
کپتے تھے خیال ایک نہ تھا خام ہمارا  
ہم اُس کے تھے اور تھا دلِ ناکام ہمارا  
تھا عرضہ کو نین بس اک گام ہمارا  
اور ایسے کہ دنیا میں نہیں کام ہمارا  
تقصیر کچھ اُس کی نہ کچھ الزام ہمارا  
اسلام ہے اسلام ہے اسلام ہمارا

سیاحِ اسلامِ اردو کے ماہورِ سالون میں ایک گران قدر اضافہ ہے جس کو محاسن کا  
ضامن مولانا آزاد بھائی سکندر پوری تنظیم مدرسۃ الہیات کا پور کا پیر زور قلم ہے۔ اسلام  
کے فضائل کی توضیح اور مخالفین اسلام کے مصلوب کی تردید اس انداز کر ساتھ کہ جادو ہم بنا  
ہی احسن کا وامن را تھو نہ چھوٹے اس کا مقصد ہے ہم اس کا خیر مقدم نہایت خوشی سے کرتے ہیں

## رفیقہ یارانِ تسخیف تصدیق گرد و گردِ سر بود از ما شمارا

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے محکم و موثق ایمان نے جہانِ فتنہ  
بادی کے اور اسرار بیان کئے ہیں وہاں ایک نکتہ یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ  
عرفت ربی بفضح العزایم۔

حقیقت میں دیکھا جائے تو یہ نکتہ جس قدر عام فہم ہے اسی قدر ہمہ گیر بھی  
ہے۔ روزمرہ یہ بات ہمارے دیکھنے میں آتی ہے کہ ایک شخص دل میں کوئی مقصد  
سمٹان کر اُس کی تکمیل کے لئے طرح طرح کے ذرائع اور قسم قسم کے وسائل اختیار  
کرتا ہے شب و روز اسی فکر میں منہمک اور اسی خیال میں مستغرق رہتا ہے  
کہ کسی طرح اُس کی غایت پوری ہو اور وہ منزل مقصود کو پہنچے اُس کی عقل  
نکتہ رس اور فہم دقیقہ سنج تمام اُن باتوں کو جو اس مقصد کے حصول کی معین ہو  
اُس کے پیش نظر کرتا ہے اُس کی مساعی جھیلہ کی کشادہ شاہ راہ اپنے میل  
و فرسنگ سے رستہ کی ہمواری اور مسافت کے قرب کا پتہ دیتی ہے اور امید  
کا روشن ہاتھ قدم قدم پر اُٹھ کر منزل مقصود کی طرف رہنمائی کرتا ہے لیکن  
عین اُس وقت جب کہ بظاہر منزل مقصود تک نہ پہنچنے کا کوئی امکان نہیں  
ہوتا دفعۃً اُس کی مساعی کی رفتار رک جاتی ہے۔ پاؤں چلتے چلتے سو جاتا  
ہے اور وہ ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان  
حوادث پر پھیل چکی اور اُس کے خرمین امید پر گر پڑتی۔ اور طرۃ العین میں  
بنابنایا کھیل بگڑ گیا۔

ان ناگہانی عوایق کو جن سے زندگی کی ہر منزل میں انسان کو ساقط ہونا پڑتا ہے

اپنے اپنے افتاد خیال کے لحاظ سے کوئی شخص اتفاق سے تعبیر کرتا ہے۔  
 کوئی حادثہ سے کوئی علت و معلول اور سبب و مسبب کے تار و پود سے جو سراپا  
 کا رگاہ بہت بود ہے۔ ہر شخص کو اختیار ہے کہ ان مشکلات کی جس طرح  
 چاہے تعبیر کرے لیکن ہم توحید پرست تو امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے  
 ہم نوا ہو کر یہی کہیں گے کہ ان عوالم ناگہانی میں شان ربانی کی جھلک نظر آتی  
 ہے یعنی انسان کے مساعی کی جلتی گاڑی میں رد وراثت کا کہ اُس ہستی علی الاطلاق  
 سے اس بات کو ثابت کر دیا کہ گو وہ عقل و ادراک کے آسمان کا آفتاب ہی  
 کیون ہو جائے لیکن اپنے خالق کے مقابلہ میں اُس کی ہستی ایک ذرہ سے کم  
 ہے اور یہ وہ سچائی ہے جس سے عالم و جاہل عامی و فلسفی کسی کو انکار نہیں۔  
 دکن ریویو کو معرض وجود میں آئے ہوئے کچھ اوپر پانچ سال ہوئے ہیں اور  
 جو کچھ بُری بھلی خدمت اردو زبان کی اس سے ہو سکی اس نے انجام دی۔ شکر ہے  
 کہ ملک نے اُس کی کوششوں کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اس عرصہ میں اس کو  
 طرح طرح کی مشکلات اور عوارض کا سامنا ہوا۔ کبھی یہ تاخیر اشاعت کے  
 مرض میں مبتلا ہوا کبھی اس نے چار چار پانچ پانچ ممبر ایک ساتھ نکالے۔ ایک  
 دفعہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ بوجہ ہماری علالت اور ہندوستان سے باہر چلے جانے  
 کے ہمیں اس کی اشاعت سات آٹھ مہینے تک ملتوی کر دینی پڑی لیکن باوجود  
 ان تمام استقام اور عیوب اور لغزشوں کے اس کے قدر ان ناظرین نے  
 اسے اپنا مطلع نظر بنائے رکھا۔ ہمیں بھی ان تمام خرابیوں کے باوجود یہ یقین  
 تھا کہ دکن ریویو ایک زندہ اور ہمیشہ سرسبز رہنے والی تحریک ہے جو کبھی نہیں  
 مٹ سکتی اور جو قبر تک ہمارے ساتھ جائے گی۔ اس لئے ہم نے اُن  
 تمام نقصانات کو جو ہمیں اس کی وجہ سے علی الاطلاق برداشت کرنے پڑے

ماتھے پر بل لائے بغیر اٹھایا۔ ہم نے اپنا اور اپنے بال بچوں کا پیٹ کاٹا لیکر اس کا دوزخ بھرا۔ آئینہ بین ہمیں اپنی پریشان اور متوحش صورت ہر روز دیکھنی پڑی لیکن یہ ہم نے کبھی گوارا نہ کیا کہ اس کے سرورق کی زیبائش اور رعنائی اُس تصویر کے نہ ہونے سے کم ہو جائے جو ہر پرچے میں ناظرین کو ہم ہریتہ پیش کرتے رہے۔ یہ سب کچھ کس لئے تھا؟ محض اس لئے کہ ہمیں اس کے ساتھ محبت تھی۔ اور ہم نے عہد کر لیا تھا کہ خواہ کچھ بھی ہو اسے اسی شان کے ساتھ برابر نکالے جائیں گے لیکن عرشت مہربانی بفتح العزائم۔ ہم نہایت دلی رنج کے ساتھ بلا کسی فریاد تہید کے ناظرین کو یہ اندوہ ناک خبر سنا دیں کہ یہ پرچہ دکن ریویو کا آخری نمبر ہے۔ جس کی ایڈیٹری کی خدمت ہم انجام دیتے ہیں۔ ہمارے کرم فرما اس خبر کو سن کر ہم سے تعجب کے ساتھ دریافت کریں کہ کہ آخر اس فوری فیصلہ کا کیا باعث ہے۔ اُن کا استعجاب بے محل نہیں ہے اس لئے کہ ابھی دو ہی مہینے ہوتے ہیں کہ ہم نے دکن ریویو کے ذریعہ ہی یہ اعلان کیا تھا کہ ہر اُس مضمون کے لئے جو اس میں شائع ہوگا مضمون نگار کو معقول معاوضہ دیا جائے گا۔ کیا یہ ہمارا فوری فیصلہ سرمائے کی کمی یا مالی نقصان کی وجہ سے ہے؟ ہم اس کا یہ جواب دین گے کہ جس شخص نے پانچ سال سے مالی نفع نقصان کی پروا نہ کی ہو جس نے رود موسیٰ کی طغیانی کے ہمہ گیر نقصان میں بقدر چار ہزار روپیہ کے حصہ لے کر بھی اشاعت موقوف یا ملتوی کرنے کا خیال نہ کیا وہ کسی معمولی ماہوار سی نقصان کو کب خاطر میں لاسکتا ہے۔

جس چیز نے ہمیں دکن ریویو سے تعلق ایڈیٹری قطع کرنے پر مجبور کیا ہے وہ سرمایہ کی کمی نہیں ہے بلکہ وقت کی کمی ہے۔



حقیقت یہ ہے کہ آج تک سرکارِ اصف جاہ کی عنایات کے تصدیق میں  
 بہین ملا وہ سرکاری مشاغل کے اتنا فرصت کا وقت ملتا رہا کہ اُسے دکن ریویو  
 کی ایڈیٹری کی اہم ذمہ داریوں پر صرف کر سکیں۔ کچھ تو ہماری خدمات کی نوعیت  
 ہی ایسی تھی کہ ہم اپنے علمی مشاغل کے لئے کافی وقت پس انداز کر سکتے تھے  
 اور کچھ ہماری جسمانی اور دماغی توانائی کا و فوراً اس حد تک تنہا کہ دفتر میں چلا  
 گھٹنے جم کر کام کرنے کے بعد بھی ہم رات رات بھر بیٹھ کر کام کر سنے کے لئے  
 تازہ دم رہتے تھے۔ اسی و فوراً توانائی کا نتیجہ تھا کہ سیر ظلمات۔ خیابان فارس  
 جنگل میں منگل۔ جنگ روس و جاپان اور فسانہ لندن جیسی ضخیم و جہیم کتابیں  
 پیش کر سکے اور پھر بھی دکن ریویو کے لئے وقت نکال سکے۔

لیکن اب ہماری خدمت کی نوعیت بدل گئی ہے جس کی وجہ سے ذمہ داری  
 کا ایک بڑا بوجھ ہمارے سر پر آ پڑا ہے اور سچ بات یہ ہے کہ زمانہ کے زبردست  
 ہاتھ نے اُس مشین کے پرزوں کو کمزور کرنا شروع کر دیا ہے جسے ہم غلطی سے  
 سمجھتے تھے کہ فرسودگی کی قید سے آزاد ہے۔ ایسی حالت میں جب کہ ہم  
 اس کے لئے اتنا وقت نکال سکتے ہیں جیسا اب تک نکالتے رہے ایسی  
 محنت کر سکتے ہیں جیسے اب تک کرتے رہے تو ظاہر ہے کہ دکن ریویو وہ وقت  
 و حیثیت قائم نہ کر سکے گا جو اُس لئے ملک کے کثیر التعداد رسالوں میں  
 حاصل کر لی تھی۔ اور چون کہ ہمیں یقین ہے کہ اُن حوالی میں جو ہمیں آج کل  
 گھیرے ہوئے ہیں اور اُن عوائق و موانع کے باعث جو اس کی ایڈیٹری کی خدمت  
 کی راہ میں ہم اب حائل پاتے ہیں وہ اُس شگفتہ مہمت کے ساتھ زندہ نہیں  
 رہ سکتا جس سے اُس کی ابتدائی نشو و نما ہوئی تھی اور جیسا وہ اب تک زندہ  
 رہا ہے بلکہ ایک مضمل اور پرمردہ زندگی کے ساتھ اپنے دن پورے کرے گا

لہذا ہم نے قصد کر لیا کہ اگر ممکن ہو تو اُس تمام ذمہ داری کو جو اس کے مالک اور ایڈیٹر ہونے کی حیثیت سے اس وقت ہم پر پڑی ایسے شخص پر منتقل کر دیا جائے جو اس سے عہدہ براہوں کے کا اہل ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ دکن ریویو کی زندگی کے دن ابھی باقی تھے اور خدا کو اس کا صحت و توانائی کے ساتھ قائم رکھنا منظور تھا اس لئے کہ جب ہمارا یہ ہم عصر غندیہ ہمارے بعض مقامی ناظرین کو معلوم ہوا تو اُن میں سے ایک صاحب نے بوجہ اُس الفت و محبت کے جو اُنہیں دکن ریویو کے ساتھ ابتدا سے ہے اس بار امانت کے اٹھانے کی نسبت آمادگی ظاہر فرمائی۔

مولوی سید مودود احمد صاحب قادری جو دکن ریویو کے آئندہ مالک و ایڈیٹر ہیں ایک تہایت روشن خیال بزرگ ہیں جن کے دل میں جب قومی کا ولولہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور جن کی ہمیشہ سے یہ تمنا رہی ہے کہ اردو لٹریچر کی خدمت گزاری کسی نہ کسی طرح کرتے رہیں۔ مولوی صاحب صوف نے دکن ریویو کے چلانے کے لئے کافی سرمایہ کا انتظام کرنے کے علاوہ ایک لائق اسٹاف مددگاروں کا ہم ہو بچا لیا۔ ہے اور سب سے بڑی بات جو ہمیں دکن ریویو کے آئندہ کامیابی کی طرف سے اطمینان دلاتی ہے یہ ہے کہ اس کے سینیئر دستور مولوی محمد بدیع الزمان خان صاحب رہیں گے جنہوں نے گزشتہ دو سال میں اپنے فرائض مفوضہ کو نہایت لیاقت نہایت محنت اور اعلیٰ درجہ کی دیانت داری سے انجام دیا ہے اور جو اس کی حالت سے پوری طرح باخبر ہیں۔ ہم اُس امانت کو جسے ہم جان سے زیادہ عزیز سمجھتے ہیں اپنی جانشین کو سونپتے ہوئے یقین کرتے ہیں کہ جس پالیسی پر دکن ریویو اب تک چلایا جاتا رہا ہے اُس کا اتباع وہ ثابت قدمی کے ساتھ کریں گے۔ اور جو تحریک دکن ریویو

کی وجہ سے علمی حلقوں میں پیدا ہو گئی ہے اُس کے بوجہ احسن زندہ رکھنے کی کوشش میں سرگرمی و جانفشانی کا کوئی دقیقہ اٹھانہ رکھیں گے جہن دکن ریویو کے معاونین کرام سے بھی یہ امید ہے کہ وہ اُس محبت کو جو انہیں دکن ریویو کو ساتھ ہے محض اس وجہ سے کہ اس کی ملکیت اور ایڈیٹری ظفر علی خان کی ذات سی علیہ ہو کر دوسرے شخص کے نام منتقل ہو گئی ہے ذرا بھی کم نہ ہونے دیں گے۔ اس آخری امید کے ساتھ ہم اپنے کرم فرما ناظرین و معاصرین سے نصرت و توفیق میں اور اپنی جگہ ایک زیادہ تر لائق اور زیادہ تر مستعدی و شفقت کے ساتھ کام کرنے والے شخص کے لئے خالی کرتے ہیں۔

ہم نے یہ الوداعی فقرہ ختم کیا ہی تھا کہ جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب رنی۔ اسے کا ایک عنایت نامہ عرض در لایا جس کے ساتھ عالی جناب دہارا جہ سرکشن پر شاہ بہادر کے۔ سی۔ آئی۔ اسی دام اقبال ہم کا ایک مضمون دکن ریویو میں اندر لاج کی غرض سے ملفوف تھا۔ عالی جناب مہج کی ذات جنوبی ہندوستان میں اردو و انشا پر وازی کی بہت بڑی حامی اور سرپرست ہے اور آپ ہی کی قدردانی کے آغوش عاطفت میں دکن ریویو اب تک پلا اور بڑھا ہے۔ اس مضمون بلاغت مشحون کے عطیہ سے جس کا موضوع ”ہولی“ ہی عالی جناب مدد و لے اُن عنایات میں ایک اور گرانقدر اضافہ فرمایا ہے جو اب تک دکن ریویو کے شامل حال رہی ہیں۔ اگر تفارل کوئی چیز ہے تو ہم دکن ریویو کے آئندہ ایڈیٹر اور مالک کو اُس کی خوش قسمتی پر مبارک باد دیتے ہیں کہ پہلا مضمون جو دکن ریویو میں اُس کے اہتمام سے شائع ہو گا وہ دکن کے بلند پایہ صدر اعظم کے پر زور قلم کا نتیجہ ہو گا جس سے زیادہ دکن ریویو کی نئی

زندگی کے حق میں کوئی مبارک فال نہیں ہو سکتی۔  
 اس کے ساتھ ہی ہم کو یہ بھی امید ہے کہ عالی جناب مہاراجہ صاحب  
 بہادر و ام اقبالہم اور جناب مولوی محمد عزیز مرزا صاحب بی۔ اے وکن ریلو  
 پر بدستور وہی عنایت آمیز توجہ مبذول فرماتے رہیں گے جس کے لحاظ سے  
 یہ رسالہ اپنے اوپر جس قدر فخر کرے کم ہے۔

خفصر علیخان



# رسید کتب

زین ملک کی تلاش ایک اول مرتبہ پنجاب ریجنس بک سوسائٹی انارکلی - لاہور  
قیمت علاوہ محصول ڈاک - ۸/۸

منارل السایرہ - مرتبہ کار پرہ از ان مخزن ایجنسی دہلی - قیمت علاوہ محصول ڈاک ۸/۸  
نادر - دفتر پیام پار لکھنؤ - قیمت علاوہ محصول ڈاک ۸/۸

ایک اندھی لڑکی - مرتبہ فری ایچ جرنل ایجنسی انارکلی - لاہور  
کی سرگزشت - قیمت علاوہ محصول ڈاک ۸/۸

اخلاقی اور روحانی - مرتبہ مشرک راج اول مدرس مدرسہ ڈیڑہ بنشیان  
حقیقی امتحان کی - ضلع راولپنڈی -

تیساری - قیمت علاوہ محصول ڈاک ۸/۸  
تحفہ تنظیم المعروف - مولفہ مولوی کرم الدین صاحب ہیڈ ماسٹر ورنیکولر

سیاب بر اعظم ایشیا - اسکول میٹر الاوالی ضلع سیالکوٹ - قیمت علاوہ محصول ڈاک ۸/۸  
فتاویٰ محمدی مع - مرتبہ مولوی سید انور حسین صاحب جینی - حنفی دیوبندی -

شرح دیوبندی - ملنے کا پتہ  
حافظ محمد عبدالغفور صاحب دہانگر ٹولہ جوہپور

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۸/۸  
الصالحات یعنی - مرتبہ مولوی سید انور حسین صاحب حنفی دیوبندی - ملنے کا پتہ

نیک بی بیان - حافظ محمد عبدالغفور صاحب دہانگر ٹولہ جوہپور - علاوہ محصول ڈاک ۸/۸  
آفتاب رسالت - مرتبہ مولوی سید عبدالرحمان صاحب - ملنے کا پتہ

انوار صابری الہ آباد - قیمت علاوہ محصول ڈاک ۸/۸



## نغمہ ارادت

جلی محفل جان میں شمع شعور      ہوا جس سے پیدا ارادت کا نور  
دکن بن گیا غیرت اوج طور      ہوا سایہ حق کا جس پر ظہور  
دعا آج اثر سے ملے گی ضرور      پڑا غفلت ہے یہ نزدیک و دور  
سلامت رہیں بندگان حضور

فلک پایہ ہے آستان حضور      ہے لطف خدا سا ثبانی حضور  
سکندر سے ملتی ہے آں حضور      نہیں بلکہ بڑھ کر ہوشیار حضور  
نواسنج ہیں مدح خوان حضور      کہ پامال ہوں دشمنان حضور  
سلامت رہیں بندگان حضور

پڑا شمس کا ماند سارا نظام      ہوا جلوہ گرج ہمارا نظام  
رعایا کی آنکھوں کا تارا نظام      ہمیں دل سے اور جانی پیارا نظام  
سکندر نظام اور دارا نظام      غرض خسرو کی کا سہارا نظام  
سلامت رہو، بندگان حضور

خدا نے دیا ہم کو وہ تاجدار کرم اور نصفت ہو جس کا شعار  
 ہوا اوس سے قیام ہمارا وقار وہ آیا تو آئی چمن میں بہار  
 رعایا ہے سو جان اس پر نشار نکلتی ہے دل سے دعا بار بار  
 سلامت رہیں بندگان حضور

یہ ہے حاصل داستان دکن کہ آصف ہے صاحبقران دکن  
 ہوئے جب سے تم حکمران دکن دو بالا ہوئی غر و شان دکن  
 دکن جسم ہے تم ہو جان دکن نہیں بلکہ روح و روان دکن  
 سلامت رہیں بندگان حضور

تیرے عدل کی گرم بازاریاں مشا دین کی ساری جھاکاریاں  
 تیرے ہاتھ لے کیں گہریاں تو دامن کو پیش آئیں دشواریاں  
 کرین گی ہماری وفاداریاں تیرے قصر دولت پہ گلکاریاں  
 سلامت رہیں بندگان حضور

حقیقت ہے آئینہ دار مجاز خدا کی طرح تم بھی ہو بے نیاز  
 مگر بے نیازی پہ ہو کار ساز لقب ہے تمہارا رعایا نواز  
 ہمیں ہے تمہاری غلامی پہ ناز اگر تم ہو محمود ہم ہیں ایاز  
 سلامت رہیں بندگان حضور

یہ بزم جہان جب تک آباد ہو شہا تو ہو اور حیدر آباد ہو  
 نئی شان اگر کوئی ایجاد ہو تیری شوکت و فر پہ ایذا دہو  
 قضا کا تیرے حکم پر صا دہو بقا تیری دولت کی ہزا دہو  
 سلامت رہیں بندگان حضور

## فنون لطیفہ

(۲)

فن بُت تراشی کا وجود دنیا میں فن تعمیر کے بعد ہوا۔ اُس زمانہ میں جبکہ سائنس نے گہوانے سے قدم باہر نہیں نکالا تھا اسکے لئے کوئی قاعدہ مقرر نہیں سمجھا جاتا تھا۔ ذوی الارواح تو کیا کو اکب تک کے تغیرات کے لئے قواعد مقرر تھے لیکن کبھی کسی کو نہیں معلوم تھا کہ وہ کونسا قانون ہے جو ایک بُت تراش سے اچھی صورت بنواتا ہے۔ مگر جب علم کا اُجالا پھیلا اور تمام قسم کے صنایع و بدایع نئی زمام حکومت سائنس کے ماتہ میں آئی تو خیالات میں تبدیلی پیدا ہونا شروع ہوئی اور یہ راز فاش ہو گیا کہ فن بُت تراشی بھی اصول و قواعد کا پابند ہے اور فن مصوری کی طرح اپنے زمانہ کے خیالات کا پُر تو ہے۔ بعض مصنف کہتے ہیں کہ تمام صنعتوں اور فنون کی غایت یہ ہے کہ اُن کے دیکھنے سے انسان کو مسرت حاصل ہو۔ لیکن سر جان لبک کی رائے میں دو فن کی یہ بہت ناقص تعریف ہے۔ ایک کتب خانہ کے متعلق بھی یہی کہا جاسکتا ہے کہ اُسکی غایت دیکھنے والوں کو مسرت پہونچانا اور مکان کیلئے باعث آرائش ہونا ہے۔ مگر فن بُت تراشی ایک ایسا فن ہے جس سے انسان کی نظر غائر اور باریک ہو جاتی ہے اور خود صاحب فن کو اس سے ایک ایسی لذت حاصل ہوتی ہے جو کسی دوسرے شغل میں حاصل نہیں ہو سکتی۔ بڑے بڑے ماہرین فن اکثر بڑے غور و خوض کرنے والے گذرے ہیں۔ بُت تراش۔ مصور۔ شاعر اور فلسفی۔ ان سب کے دماغ ایک سے ہوتے ہیں۔ تینوں کو ایک سی قابلیت عطا ہوتی ہے چاہے عمل کے طریقے مختلف ہوں۔ ہر سب کا مذاق ایک سا ہوتا ہے۔ ان فنون کو جیسا کہ کہا



جاتا ہے خود نیچ پر تفوق حاصل ہوتا ہے۔ افلاطون کا قول ہے کہ ”اگر تم ایک ایسے آدمی کو لو جسے قدرت نے بنایا ہے اور اس کا مقابلہ اس بے بسی کر جسے خود انسان نے بنایا ہے تو قدرت کی بنائی ہوئی موت خوبصورتی میں ہمیشہ کم درجہ پر نظر آؤ گی کیونکہ فن بمقابلہ نیچر کے زیادہ صحیح و درست ہوتا ہے“

لیکن بھی اپنی کتاب ترقی علوم (اڈوانسمنٹ آف لرننگ) میں لکھتا ہے کہ چونکہ دنیا روح سے کمتر مرتبہ رکھتی ہے۔ اس وجہ سے روح انسانی کو اس سے زیادہ بڑائی۔ اُس سے کامل تر نکوئی اور اُس سے زیادہ پختہ تنوع کی خواہش ہوتی ہے جس قدر کہ اُسے اشیاء قدرت میں عام طور پر نظر آتی ہے۔ قدیم یونانیوں میں ایک کہانی مشہور تھی کہ پرامی تھیوس نے ایک مرتبہ منہ واد علم و فضل کی دیوی کا ایک خوبصورت بُت بنایا۔ دیوی اس بُت کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئی اور کہنے لگی کہ اس بُت کی تکمیل میں اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو میں آسمان سے لے آؤں۔ پرامی تھیوس بہت عقلمند تھا۔ اُس نے کہا بہتر یہ ہے کہ مجھے ہی وہاں لے چل تاکہ میں جو چیز چاہوں لے آؤں۔ دیوی رضی ہو گئی اور اسے آسمان پر لے گئی۔ پرامی تھیوس وہاں پر یہ دیکھ کر کہ ہر شے کی زندگی کا باعث اگ ہے اپنے ساتھ اسی اگ کی ایک چنگاری لیتا آیا اور اپنے بُت میں ڈال دی جس سے اُس میں جان پیدا ہو گئی۔ اس کہانی سے یہ فرض ہے کہ ان تمام فنون کی غایت قدرت کی اصلی صورت کے مشابہ صورت بنانا ہے۔ مگر نقل کو حصول شے کے لئے ایک ذریعہ تصور کرنا چاہیے نہ کہ غایت فن۔ سر جوشوارنیا لڈز کا قول ہے کہ جس قدر زیادہ صاحب فن نیچر کا مطالعہ کرتا ہے اُس قدر زیادہ وہ شے کے صحیح و کامل تصور کے قریب ہوتا جاتا ہے۔ سر جان لبک کہتے ہیں کہ ”صاحب فن کو چاہئے کہ نئی نئی باتیں پیدا کرے

اور نقل بھی کرے، ”دکٹر کزن کا قول ہے۔ ”جو چیز ہم بنانا چاہتے ہیں اُسکی  
 نظیر کے لئے اگر ہم نے کسی حقیقی اور اصلی شے کو مد نظر نہیں رکھا ہے تو ہمارے تخیل کو  
 بے جان سمجھنا چاہیے لیکن ساتھ ہی اگر وہ حقیقی اور اصلی شے ہمارے تخیل  
 کے ساتھ ہم آغوش نہیں ہے تو اس میں جلوہ حسن کہی نہ پیدا ہوگا۔ دونوں کو ایک  
 جگہ جمع ہونا چاہیے۔ دونوں ایک ساتھ اور باہم ملے جلے رہیں تو اچھا ہے۔  
 اسی طور پر بہتر سے بہتر شے تیار کی جاسکتی ہے۔ حسن کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ  
 نیچر کی جو اپنی جگہ پر خود ناقص ہے محض نقل ہی نقل ہے بلکہ وہ بجائے خود ایک  
 مستقل شے معبودنی الذہن ہے“

یہی مصنف ایک دوسرے مقام پر کہتا ہے کہ ”پاک لطیف اور حسین اشیا  
 محض اُس ذات پاک کے جلوے کے مختلف مظاہر ہیں۔ اس صورت میں  
 جب ہم سچائی، حسن اور نکوئی سے محبت کرتے ہیں تو اصل میں ہماری محبت کا  
 مقصود خود وہ ذات بے ہمتا ہے۔ خدا کی ذات کی محبت ان مختلف جلووں کی  
 محبت میں مخفی ہے۔ یہ سچ ہے کہ اس ذات بے ہمتا کے جلوے کا تماشا جو تمام  
 پاک نفیس اور خوبصورت اشیا میں نظر آتا ہے صرف انہیں مختلف مظاہر  
 پر منحصر نہیں کہا جاسکتا، اس فن کی تعریف سڈنی کالون اس طرح کرتا ہے۔  
 ”یہ ایک قسم کا فن صورت گری ہے جس کا کام یہ ہے کہ اشیا سے قدرت، خاصکر  
 جسم انسانی کی نقل اشیا کو گھیر کر اتارے اسطور پر کہ طول و عرض و عمق (یا  
 دبازت) تینوں میں تناسب ہو یا کم سے کم صرف لمبائی اور چوڑائی میں تناسب  
 اور تیسرے جزو یعنی عمق (دبازت) میں کسی قدر کمی ہو۔ اس فن کی ابتدا  
 کے متعلق کہا جاتا ہے کہ کا زنتہ میں ایک کہارتہا جس کا نام پوٹا ڈیس تھا جس نے  
 سب سے پہلے آدمی کا ایک چہرہ چکنی مٹی کا بنا کر اپنے برتنوں کے ساتھ

پکایا تھا۔ تاریخ سے جو پتہ ملتا ہے وہ یہ ہے کہ چیس مین سٹلہ ۱۶۷۰ء میں سنگ مرمر کے بت بنائے جاتے تھے۔ برن ایک جرمن محقق کا خیال ہے کہ یونان میں کانسنے کی دریافت کے قبل صرف عبادت گاہوں کے لئے بت بنائے جاتے تھے مگر پھر سنگ مرمر کے بت بنائے گئے اور چیس بُت تراشی کا مرکز بن گیا۔ اسکے دیکھا دیکھی مگنسیا۔ سی سیون۔ کریٹ اور ایجینا میں بھی چیا شروع ہوا جہاں اس فن نے بہت ترقی حاصل کی۔ یہ بات قابل غور ہے کہ ان میں سے اکثر مقامات جزیرے تھے جو مشرقی ممالک کے متصل واقع تھے۔ اسلئے کیا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ جزیرے والوں نے دراصل مشرقیوں سے کتبہ فن کیا ہو؟ بہر حال ان تمام مقامات یعنی سی سیون۔ آرگس۔ ایجینا اور ایتھنس میں دیولس۔ مائی رونی۔ پالی کلیش۔ کیلن اور ہرموڈیس وغیرہ مشہور بُت تراش گزرے ہیں جنہوں نے اپنے کمال کو زیادہ تر دیوتاؤں اور دیویوں کی صورتیں بنانے میں ظاہر کیا۔ مگر اس فن نے اب میدان میں قدم آگے بڑھایا اور پہلے فی کے بیان پر اگر اعتبار کیا جائے تو فیتا غورث پہلا شخص تھا جس نے سائریا کوس میں فلوگنی نیز کی صورت بنائی جس میں اُسے میہ دکھایا کہ تو یا فلوگنی نیز چلنے کو قدم بڑھاتا ہے مگر یہ بین ایک زخم کی وجہ سے سخت تکلیف ہے اور رگ اور پتھر تھمتے اور سین لہجی معلوم ہوتی ہیں۔

فتوحات سلامیس۔ پلیٹا اور مانی کیل کے بعد یونانیوں میں اپنی کامیابی کی یادگارین قائم کرنے کا ایک جوش پیدا ہو گیا اور طرح طرح کے بت بنائے گئے۔ بعض مندروں میں سجائے گئے۔ بعض دیگر عمارتوں میں رکھے گئے۔ اس وقت تک بتوں میں علم الادیان کے لحاظ سے بہت کچھ نقص ہوتا تھا مگر سترہ قریب سے جس میں ایتھنس کا ایک باشندہ فی دیس مشہور بُت تراش گذرا ہے یہ خرابیاں دو ہرچلین

اور اسکی بنائی ہوئی مورتیں جو برٹش میوزیم میں موجود ہیں اُسکے کمال کا پتہ دیتی ہیں۔ اُسکے بعد الگمی نیر اور اگور کیری ٹس اُسکے دو شاگرد مشہور ہوئے۔ ایتھنس کے بٹ تراشون کے مقابلہ میں پیلوپانی س میں پالی کلی ٹس اور اُسکے شاگرد گزرے ہیں جو بٹ تراشی میں اپنی ایتھینی حریفوں سے کچھ کم نہ تھے۔ محاربہ پیلوپانی س کے بعد یونانیوں کے دلوں پر جس غم و اندوہ۔ یاس و حرمان نے جو کم کیا اُسکا اثر زمانہ مابعد کی تمام یونانی مورتوں میں پایا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں اُسکو یاس بہت مشہور بٹ تراش گذرا ہے جو کیفیت طبع و جذبات انسانی کو پورا پورا ظاہر کر سکتا تھا یونانیوں کے کھنسا آپالو کا ایک بٹ اُسے بنایا تھا جو اب تک ایتھنس میں بحفاظت تمام رکھا ہوا ہے۔ اس میں جو کیفیت کہ دیوتا پر اپنی موسیقی کے اثر سے پیدا ہو گئی ہے اُسکا نہایت صاف و واضح طریقہ پر اظہار کیا ہے۔ اس مصور کا شمار یونانی بٹ تراشوں کی دوسری جماعت میں ہے جو چوتھی صدی قبل حضرت مسیح میں مشہور ہوئی تھی۔ انکے معاصر آگرس اور سی سیون میں یو فرنیار وغیرہ ہوئے ہیں۔

جب اسکندر فیلقوس کا زمانہ آیا اور فتح مشرق کے بعد دولت و ثروت کا مینہ یونان پر برسنے لگا تو یہ فنون بھی اُسکے اثر سے بچ نہ سکے۔ اس زمانہ کے تمام بتوں میں جو ایتھنس اور سی سیون کے بٹ تراشوں نے بنائے یہ اثر پایا جاتا ہے۔ ایتھنس میں پیرکزی ٹلیس کے بیٹوں سفی لوڈوٹس اور تمارکس نے اور سی سیون میں لسی پس کے بیٹوں اور شاگردوں نے بہت ناموری حاصل کی۔ ان دو طبقوں کے علاوہ روڈزا اور پیرگیس کے طبقات بھی مشہور ہیں جنہوں نے دوسری اور تیسری صدی قبل حضرت مسیح میں شہرہ حاصل کیا تھا ہندوستان میں اس زمانہ کے ہندیوں کو بنائے ہوئے بتوں کے نمونے بھی کس قدر وقعت رکھتے ہیں۔ یہ اپنے انداز میں بالکل ہندی الاصل ہیں۔

ان میں ہاتھوں-ہر فون اور ہندرون کی مورتن بھی پائی جاتی ہیں جو بتاتی ہیں کہ انکے بنانے والے کس قدر نقل کو اصل سے ملا دینے والے تھے۔ ہندوستان میں اس فن کی ترقی سکندر اعظم کے حملے کے بعد بہت ہوئی اور چوتھی پانچویں صدی میں بہت اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا۔

مگر یونان میں اس فن کے عروج کا زمانہ رومیوں کی فتح تک رہا۔ انہیں فنون لطیفہ سے کچھ زیادہ دلچسپی نہ تھی اس لیے یہ زمانہ فن کی بے قدری کا شمار کیا جاتا ہے۔ قوم فاتح کی اس بے اعتنائی کے باوجود ایتھنس والوں نے اپنا اصلی مذاق نہ چھوڑا۔ اس زمانہ میں کچھ ترقی انہوں نے کی اُسے نیوٹائیک اسکول کی جانب منسوب کرتے ہیں جس کے مشہور بت تراش پالک سیر اور اُس کے بیٹے پوتے تھے۔

رومتہ الکبریٰ میں جمہوری سلطنت کے اختتام کے وقت ایک بُت تراش پسلیہ گزرا ہے جو ہنرمندی میں نیوٹائیک اسکول والوں سے بہت بڑھ چڑھ کر تھا۔ اس کے بعد رومتہ الکبریٰ میں جولیس کے زمانہ میں آریسی لاس گزرا ہے جو گو متقد میں کے مقابلہ میں کچھ نہ تھا۔ مگر متاخرین میں سب سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔

چوتھی صدی عیسوی میں جبکہ روم میں قسطنطین اعظم کی اولاد حکمران تھی یہ فن معرض زوال میں آیا۔ پانچویں صدی بھی یون ہی گذری۔ چھٹی صدی عیسوی میں بیشک جسٹینین کے زمانہ میں بائی زن شیم کے اثر سے ایونیا میں ایک خاص قسم کی سنگ تراشی کا رواج ہوا جس کا مقصد آرایش مکان ہوتا تھا۔ سنگ مرمر کی بڑی بڑی سلون پر مورا اور دو مصرے پر ندون کی اُبھری ہوئی تصویریں کاٹ کر آرایش کے لئے پردہ دار منبر بنائے جاتے تھے۔ بائی زن شیم

(قسطنطنیہ) جب سلطنت روما کا دار السلطنت قرار پایا تو زمانہ وسطی کے تمام فنون کو ہمیں سے نشوونما حاصل ہوئی جسکی یادگار میں سینٹ پیٹر کا ایک روٹین بُت اب تک موجود ہے۔ اس زمانہ میں دہات کے کاموں کو زیادہ فروغ حاصل ہوا۔ بانی زن سیم کا یہ اثر قریب قریب بارہویں صدی تک تمام ممالک یورپ پر حاوی رہا۔ انگلستان میں حضرت عیسیٰ کی اُبھری ہوئی صورت اور لیزا رس کی قبر جو چیسٹر میں اب بھی موجود ہے اس زمانہ کی یادگار ہیں۔ باہون صدی عیسوی کے بُت تراشی کے بہترین نمونے نائٹس ٹمپلر کے مجسمے ہیں جو ٹمپل چرچ لندن میں اب تک محفوظ ہیں اور نیز ہنری سوم اور ملکہ ایلینار کے وہ مجسمے ہیں جو وست منسٹری میں موجود ہیں۔ تیرہویں صدی عیسوی میں انگلستان میں اکثر گرجوں کی آرائش کے واسطے بُت بنائے جاتے تھے۔ ہان فرانس کی تاریخ میں یہ زمانہ بُت تراشی کے لئے ایسا گدرا ہے کہ دنیا میں کوئی دوسرا ملک اسکا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ پیری سینٹ پیٹریل کے بُتھائے ملائک اور ایم نیر کے گرجے میں حضرت مسیحؑ اور پیغمبروں کے بُت اور تہائے ناطر ڈام اس زمانہ کی چند مثالیں ہیں جو اپنا جواب نہیں رکھتیں۔ جرمنی میں بھی اس زمانہ میں بُت تراشی کا خوب چرچا رہا مگر فرانس کا مقابلہ کبھی نہ ہو سکا۔ فراتی برگ گرجے کا طلائی پہاٹک اور حضرت مریمؑ کی وفات کی اُبھری ہوئی تصویر جسکے گرد حواری اور پیغمبر عجم وینچ میں مبتلا ظاہر کئے گئے ہیں جرمنی میں اس صدی کی یادگار کے طور پر بانی ہیں۔ جنوب اٹلی میں ایک مدرسہ بت تراشی کا تھا جس میں فرانس کی تقلید کی جاتی تھی۔ یہاں صرف ایک شخص کا سیٹائی کچھ قابلیت کا گدرا ہے باقی دوسرے کچھ ایسے زیادہ اچھے نہ تھے۔

انگلستان میں چودہویں صدی عیسوی کی یادگار ایڈورڈ سوم اور

رچر ڈوم اور اوکی ملکہ کے مجھے مین جو دوسرے مالک کے مقابلہ مین کچھ بہت  
 اچھے نہیں کہو جاسکتے۔ فرانس مین یہ زمانہ بُت تراشی کے لحاظ سے اہمانہ تھا۔  
 اسپین بجائے ترقی کے کچھ تنزل ہی ہوا۔ جرمنی کی رفتار بھی کچھ دہمی تھی نیوز بک  
 کے بُت اس زمانہ کی صنعت کو شاہد ہیں۔ ہان اٹلی مین فلارنس نے بڑے بڑے  
 نامور بُت تراش پیدا کئے اور وہ اور قرب و جوار کے شہر اس فن کے لحاظ سے  
 مرجع انام بن گئے حتیٰ کہ پندرہویں صدی عیسوی مین فلارنس دنیا کے فنون  
 لطیفہ کا مرکز بن گیا اور قدیم زمانہ کے ایٹھنس سے مقابلہ کرنے لگا اور ڈوناٹیلو  
 رابیا اور پسانیلو کے کاموں نے یونان قدیم کی یاد تازہ کر دی۔ اٹلی کے شمالی  
 حصہ مین خاص کر ویرونا اور وینس مین بت تراشی کے چند مدرسے تھے جو ٹسکنی  
 کے فنون سے اختلاف رکھتے تھے۔ پسانائی اور ارنال فودل کیسیو اس زمانہ احیائی  
 فن مین اپنا نظیر نہ رکھتے تھے۔ انکے بعد اریگینو وغیرہ ہوئے جو اپنے استادوں  
 کے قدم بقدم چلے۔ مانوڈی فانی سولا اور دونون بھائی روزالان مینیڈ ٹوڈی نو  
 اور دوسرے بُت تراشوں نے مذہبی صورتوں مین اپنے کمال کی ایسی نظمیں  
 چھوڑی ہیں کہ اس وقت تک انکا جواب ممکن نہ ہوا۔ پیڈنا کا بت جو ڈوناٹیلو نے  
 بنایا اور کیلون کا بت جو ورجیو اور لیو پارڈی نے بنایا دنیا کے بہترین بتوں  
 مین شمار کئے جاتے ہیں۔ انکے بعد میکائیل انجیلو پیدا ہوا جس نے اس فن کو انتہائی  
 کمال تک پہنچا دیا۔ حضرت داؤد کا سر جو اس بت تراش نے بنایا ہے اس کی  
 کمال صنعت کا گواہ عادل ہے۔ اٹلی کے فن کو اس کے بعد زوال شروع ہوا  
 اور جس طرح اور فنون دو لہتمندوں کے ہاتھ مین پڑ گئے تھے یہ بھی اوان کے  
 قبضہ مین چلا گیا۔

اس صدی مین جرمنی نے بھی بہت کچھ ترقی کی اور بڑے بڑے صاحبِ

پیدا کئے۔ جارج سرلن۔ وائٹ اسٹاس اس زمانہ کے مشہور بُت تراش گذرے  
ہیں جو لکٹری کے بُت بنایا کرتے تھے۔ نیورنبرک کا خاندان وِرچرٹین پشتون تک  
مشہور رہا۔ اس خاندان میں پیرو زچر اسٹادفن تسلیم کیا جاتا ہے۔ اسکے مشہور  
کاموں میں آرچ اور پشپ کی قبر تھی جو میگڈیبرگ کے گرجے میں اب تک موجود ہے  
سولہویں صدی عیسوی فن اطالیہ کا زمانہ زوال تھی فرانس نے بھی  
جو کچھ کیا اٹلی ہی کی تقلید میں کیا بنوئیو ٹوسیلینی کا اثر اس صدی میں تمام فرانس  
پر غالب تھا۔ جین گوچن (المتوفی ۱۵۳۳ء) اس زمانہ میں فرانس کا مشہور بُت تراش  
گذرا ہے۔ اسکی بنائی ہوئی ڈائنا کی مورت جولاور میں موجود ہے حُسن شے اور  
کمال فن کی ایک یادگار ہے۔ جرمنی میں شروع شروع خاندان وِرچرک کا اثر غالب تھا  
مگر آخر حصہ صدی میں اٹلی کا اثر غالب ہو گیا۔ انگلستان اس زمانہ میں جرمنی کے  
اثر سے متاثر تھا جسکا ثبوت اُن مورتوں سے ملتا ہے جو ویسٹ منسٹر میں بھری مہم  
کے گرجے کی دیواروں پر نصب ہیں۔

سترہویں صدی عیسوی میں انگلستان۔ فرانس اور جرمنی میں یہہ فن  
تنزل کی حالت میں رہا۔ اٹلی میں صرف برنی نائی ایک شخص نیلیس کارہنے والا  
تھا جسکی اپالو اور ولین کی مورتیں عجیب لطافت و کمال کی نظیریں ہیں اٹھارویں  
صدی عیسوی میں اٹلی میں کوئی رونو۔ کوراڈائی نائی اور سمارٹینیو نے چند لاجواب  
بُت بنائے جو سینٹ میریادی ساگرانی کے گرجے میں اب تک موجود ہیں انگلستان  
میں اس صدی میں یہ فن فلائڈرس اور دیگر غیر ملک والوں کے ہاتھ میں تھا۔  
انگریز بُت تراشوں میں صرف جان بیکن اور جان فلیکسین صاحب شہرت گذرے  
ہیں۔ فرانس میں اس زمانہ میں جین انٹونی ہانڈن تھا جو اس فن میں عجیب  
غیر معمولی دسترس رکھتا تھا۔ اسکے بنائے ہوئے چند بُت اسکے کمال کے آج تک



داوطلب ہیں۔ جرمنی میں بُت تراشی کے شوق کی آگ جو گذشتہ صدیوں میں بجھ چلی تھی اس زمانہ میں سُلمک اُٹھی مگر بجائے زمانہ اوسط کے طرز کے قدیم یونانی طریقے کی پیروی کیجائے لگی حسین اعلیٰ درجے کی کامیابی کہی حاصل نہ ہوئی۔ نیسپون صدی کے آخر میں ترقی کی رفتار ذرا تیز ہوئی اور جرمنی نے چند ایسے بُت تراش پیدا کئے جو اپنے فن میں کسی قدیم و جدید شخص سے کم درجہ پر نہ تھے۔ کارپو اس زمانہ میں سب سے زیادہ مشہور تھا۔

فن بُت تراشی میں جو ترقی عیسائیوں اور بُت پرستوں نے کی اوسکا کیتقد ر اندازہ ناظرین کو ہو گیا ہوگا۔ رہے مسلمان۔ انہیں اس فن سے کوئی مناسبت نہ تھی بلکہ اگر کچھ تھا تو بغض ہی تھا۔ اولنکا مذہب بُت پرستی و بُت تراشی دونوں کا دشمن اور سخت دشمن ہے۔ پہر بھی بعض مسلمان بادشاہوں کے محلات میں بُت اکثر سجاوٹ کے طور پر رکھے جاتے تھے۔ شاہان اودہ کے باغوں اور محلات میں بُت آراستہ تھے مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ مسلمانوں کے بنائے ہوئے تھے یا غیروں کے۔ بلکہ قیاس کا رجحان زیادہ تر آخر الذکر اشخاص کی جانب پایا جاتا ہے۔ موسیولی بان نے ایک خلیفہ مصر کے محل کا حال لکھا ہے ”جسکا قصر اُسکے محل کی بیبیوں کی مورتوں سے بھرا ہوا تھا“۔ اندلس کی تاریخ میں اس قسم کی بہت سی نظیریں پائی جاتی ہیں۔ عبدالرحمن اعظم کے قصر اور اوسکی بیگم کے محل میں بکثرت بُت سجے ہوئے تھے مگر بقول اسی مصنف اُسے ”عربوں کی بُت تراشی کے بہت ہی ٹوٹے پھوٹے نمونے“ کہہ چکے ہیں۔ (ان میں الحارک بیت العروس کی عجیب مورتیں اور پسیا کے کامیوٹوکی کاہنی کی بنی ہوئی نصف شیر اور نصف باڑی مورت اور فورٹونی کے عجائب خانہ کا وہ کاہنی کا شیر جو کچھ منہ سے فوارہ جاری تھا۔ گویا یہ نمونے زیادہ تر اُس حرفتی صناعی کی مثالیں ہیں جو کبھی خالص ضرورت کے بناؤ جاتی ہیں اور انکو فی الواقع اصلی بُت تراشی کو نمونے نہیں کہہ سکتے۔)۔

## قصیدہ فی التغزل والنعت

قسمت پہ عزیز اپنی کروں کیوں نہ مبادات  
توڑی اثر نہ لائے جب مہربان ضبط  
کام آہی گیا اگر یہ بیتابی فرقت  
دن ختم جو ہوتا تھا تو کرتا تھا دعائیں  
بیربطی شیرازہ اجڑائے طبیعت  
اک قمر تھا مجبوری و دعویٰ محبت  
کیا پوچھتا ہوں لذتِ آزاد کی عشق  
دل تاجگر اک ایسا بیا بان تھا کہ توبہ  
گہ لب پہ مرے بتگدہ میں یا صنم آیا  
ہر شب تھی پرتاری اوہام جنون خیز  
اللہ رے وہ بخودی شوق کا عالم  
وہ دل جو تھا خمیازہ کش لذت و صلت  
تجھ کو اثر جذبہ عاشق کی قسم ہے  
تا چند سراپہ رہوں صورتِ کیما ب  
میں یہ کہا ہو گا ستم محمد پہ کہان تک  
کی عرض یہ مینے کہ رقیبوں پہ نوازش  
میں یہ کہا اے ہو قتل میں تہید ست

کس عیدہ جو ہے ہوئی آج ملاقات  
کس شوق سے کھلنے لگوں باثر شکایات  
اک عمر سے نکلے ہی نہ تھوڑے کج بارات  
اللہ کے بغیر سے کٹ جائے کہین رات  
اسطرح کہ جیسے ہو پریشانی ذرات  
برسون سنی ناصح کی وہ تقریر خرافات  
حکڑے ہوئے تھی پاؤں کو زنجیر خیالات  
روزی کی فقط ایک صدا آتی تھی دن رات  
کعبہ میں لپکارا کہی اموقاضی حاجات  
ہر صبح تھی درگاہ محبت میں مناجات  
کوشش تھی کہ ہو جا کہین تم سے ملاقات  
اسوقت نہ پوچھیں مل مرگشتہ کے حالات  
اب دیکھ میرے ان چند سوالوں کی جوابات  
فرمایا کہ جب تک رہی شوخی اشارات  
فرمایا یہ جب تک کہ رہیں تجھ پہ عنایات  
فرمایا وہ دراصل ہیں شایانِ ملاقات  
فرمایا کہ کافی ہیں مرے چند اشارات

فرمایا تجھے قتل کرونگا پئے اثبات  
 فرمائے لگے ہو یہ محبت کی مکافات  
 اک جام بیون گاپئے تردید خیالات  
 لے دیکھئے سب کیفیت بزم خرابات  
 بولے کہ نہیں معتبر اب ایسے حکایات  
 فرمایا یہ ادنیٰ ہو مری رمز و کنایات  
 فرمایا کہ لازم نہیں اندیشہ مافات  
 بولے مرے نزدیک ہوتا دل خیالات  
 فرمایا راحت ہی نہیں جب تو ہو کیا بات  
 فرمایا غلط سب سے مقدم ہو میری ذات  
 گستاخی تقریر میری رہ تو گئی بات  
 سر حلقہ ارباب شہود آپ ہی کی ذات  
 کیا بھول گئے تم شب معراج کو حالات  
 تھے دونوں کمانوں پر چبائی کو اشارات  
 فرمایا نہ پوچھو سکودہ تھی اور ہی اک بات  
 یہ تو مجھے بتلائے اے قبلہ حاجات  
 مانع ہوئی مجھ کو روش حسن مراعات  
 فرمایا یہ ہیں راز نہ کراہیے سوالات  
 تا خلق پہ ظاہر ہو تر جوش موالات

میں نے کہا زندہ ہیں شہیدان محبت  
 میں نے یہ کہا دل میں بٹھکتا ہے جہنم  
 میں نے یہ کہا جاؤں گا اب میکدہ کو میں  
 غصہ سے کہا چشم فسون ساز کوئی کے  
 میں نے اثر نالہ مجنون جو سنا یا  
 دریافت جو کی ماہیت برق تجلی  
 پوچھا دل گم گشتہ کو اپنے کہ ہوا کیا  
 میں نے یہ کہا وصل تو ممکن ہو پس مرگ  
 میں نے جو کیا وصف جمال مہ کنعان  
 میں نے یہ کہا عشق کی خلقت ہوئی پہلے  
 اس چہرے سے مطلب تو غرض ہو گیا حاصل  
 بان بان مجھے باور ہو خاکس لہی ہیں آپ  
 میں نے یہ کہا وصل تو ثابت ہے مری جان  
 فرمایا کہ ابرو تھے وہاں بھی تو کشیدہ  
 میں نے یہ کہا ہاتھ سرد و شش تھا کس کا  
 کس ذلیا تھا بوسہ پائے مبارک  
 فرمایا وہ تہی عرش الہی کی جسارت  
 میں نے کہا فرمائے خلوت میں رہا کیا  
 بہتر ہے کہ پڑھ مع میں میری کوئی مطلع

سایہ ہی جدا جسم سے ہوتا نہیں دن رات  
 زور کشش حسن خدا داد کی کیا بات

یہ کہہ کر ترے حلقہ گیسو میں چلا دل  
 کیا ذکر مراد دل بھی ہے میرے تو زبان بھی  
 سو فیمن بھی و اچشم حقیقت نگری ہے  
 ہوں راز علی یا کہ خفی تجہ پہ ہویدا  
 تو شارح آیات کتاب فستالی  
 ہر جامہ نو قامت موزون پہ مترین  
 اندر می شوخی تری اک چشم زدن میں  
 کس منہ سے کہوں کیفیت لذت تقریر  
 زلفون تری چین چین کا ہو اشارہ  
 کہتے ہیں اسی واسطے تجھ کو ابو الارواح  
 وہ مہر نبوت ہے نہین سنگ حرم کچہ  
 ہو قصد بناؤں کا الگ عرش محبت  
 کرتا ہوں ترے نام پہ ختم اپنا قصیدہ

ہر آج ہمارے لئے معراج کی یہ رات  
 مشتاق رہتے تھے سے لکھ کے جمادات  
 یکسان ہے ترے واسطے سب بن ہو کہ ہوت  
 تو دیکھ رہا ہے عقب و پیش کے حالات  
 خلوکدہ حسن کی ہر از تری ذات  
 کرتا ہے ترے پیکر نازک پہ مباحات  
 طے تو نہ کئے ہیں حجب عرش و سلوات  
 اللہ قسم وحی سمجھتا ہوں تری بات  
 ہو معجزہ شن قرآنی ہے اب رات  
 تھا نور ترا منظر ارضین و سلوات  
 ہاں تو ہمہ تن کعبہ ہے اسے قبلہ حاجات  
 کرتا ہوں بہم جمع تری راہ کو ذرات  
 دو رسلوات اب ہو کہ ہو جوش و حالات

محمود و محمد شرف عالم و آدم  
 میر عرب و میہ مجسم سید سادات

مرزا محمد ہادی عریض

کلیات اکبر - یعنی خان بہادر مولانا سید اکبر حسین صاحب کلام اعلیٰ از التواحم کا  
 چشم اشتیاق کو مدون سے انتظار تھا - چھپ کر تیار ہے حجم ۳۰۰ صفحہ قیمت  
 عکس علاوہ معمولہ اک -  
 دفتر دکن ریویو سے طلب کیجئے -

# نامہ روح

## تمہید

علوم طبیعیات میں روز بروز نئی نئی تحقیقاتیں اور استکشافات ہو رہے ہیں اور اب تک ایسی ایسی باتیں دریافت ہوئی ہیں کہ جبکے سننے سے انسان کو حیرت ہوتی ہے۔ زمانہ کی رفتار ترقی پر ہے اور ہر ایک قوم اپنے اپنے زمانہ میں صفحہ ہستی پر اپنی امیٹ یا دگا چھوڑی ہے۔ فلسفہ اور علم طبیعی و کیمسٹری نے مذہبوں کو بنیاد سے ہلا دیا ہے اور جس ملک میں ان علوم نے ترقی کی ہے وہاں اتحاد اور دھرمیت پہل گئی ہے۔ لوگوں کے عقائد میں فرق آگیا ہے اور مذہبی پابندیوں سے آزاد ہو گئے ہیں۔

یورپ کے اکثر ممالک مذہب کا طوق صرف ملکی مصلحت کی وجہ سے گردن میں ڈالے ہوئے ہیں ورنہ اگر پولیٹیکل مصلحتیں مانع نہ ہوتیں تو اب تک دین عیسوی کا بھی خاتمہ ہو چکا ہوتا۔

حال میں ریویو آف ریویوز کے مطالعہ سے مجھے اس نئے استکشاف کا حال معلوم ہوا ہے جس سے مردہ لوگوں کی روحیں بعد مرگ بھی دنیا میں اپنا پیام پہنچ سکتی ہیں۔ اب یہہہ واقعہ خواہ جھوٹ ہو یا سچ مگر اپنے ذاتی تجربہ کی بنا پر میں یہہہ کہہ سکتا ہوں کہ بیشک یہہہ تحقیقات بے بنیاد نہیں۔ مجھ پر جو واقعہ گذرا ہے اگرچہ میرے قوائی ذہنی کے اعتدال کے فقدان کا باعث ہی کیوں نہ قرار دیا جائے مگر اس نے میرے دل و دماغ پر کچھ ایسا اثر کیا ہے کہ مجھے اس پر ایمان لانے میں ذرا ہی تامل نہیں۔ پرسوں کا ذکر ہے کہ میں نے رات میں یہہہ خواب دیکھا کہ کوئی شخص جسکی صورت اور نام سے میری آنکھیں اور میرے کان آٹھاپن مجھ سے اُن واقعات کا ذکر

کر رہا ہے جو اوسکو دنیا اور عاقبت میں پیش آئے ہیں اور میں انہیں قلبند کرتا جا رہا ہوں صبح کے وقت جب میں بیدار ہوا تو میں نے اپنے پلنگ پر کاغذ کے چند صفحے پائے۔ میرے استعجاب اور حیرت کا کون سا اندازہ کر سکتا ہے کہ جب ان صفحات کے پڑھنے پر مجھے یہ معلوم ہوا کہ یہ وہی حالات ہیں جنکو میں نے عالم خواب میں قلبند کیا تھا میں اُن حیرت انگیز حالات کو ناظرین دکن ریویو کی لپچی کے لکڑیل میں نقل کرتا ہوں۔

اندور - ۲۲ فروری ۱۹۰۶ء منظور حسن

میری زندگی کا ابتدائی دور جو تین یا چار برس سے زیادہ نہیں رہا ایک بے لوث زندگی کا نمونہ تھا۔ اس وقت تک میری زبان حیلہ بازیوں اور دروغ گوئیوں پر آشنانہ تھی۔ میرے دل کا ائینہ گناہوں کی کدورت سے آلودہ نہ تھا۔ ان دنوں میرا تسلّا کرنا بتیں کرنا سنسنے والوں کے دلوں کو بُھاتا تھا اور میری شوخیان لوگوں کو برا بیگنہ کر چکی بجائے اُن سے میرے لئے پیارا اور محبت کا خراج طلب کرتی تھیں۔ ماں باپ کے علاوہ اختیار و اجازت بھی مجھے پیار کرتے گودیوں میں کہلاتے اور میرا دل خوش کرنے کے لئے خود بھی میری طرح الفاظ بگاڑ کر بولتے تھے۔

یہ اچھا زمانہ آنکھ بند کرتے ہی گذر گیا اور اب وہ دور حیات شروع ہوا کہ جب اول اول میری زبان والدین کی خفگی کے خوف اور اُستادوں کی ناراضگی کو ڈر سے حیلہ بازیوں اور دروغ گوئیوں سے آشنا ہو گئی۔ اب میں ایک ایک دن میں کئی کئی بار جھوٹ بولنے لگا مگر افسوس اس جھوٹ پر بھی میں اپنے والدین کے نامحاز عتاب اور شفیق اُستاد کی جائز سختی سے بچ سکا۔

جون میری عمر کے ساتھ میری قوتیں بڑھتی گئیں اُن قوتوں کے ساتھ مذہم خصلتیں بھی ترقی پذیر ہوتی رہیں حتیٰ کہ اکثر بُری عادتیں میرے دل میں ایسے راسخ ہو گئیں کہ گوان کو بعد کے زمانہ میں میں نے ترک کرنی کو شش بہی کی مگر ناگوار



کبھی اپنے ساتھیوں کی نسبت بُرائی بھلائی کے تذکرے اور دیگر محزون باتیں  
 ہوا کرتی تھیں۔ کبھی بورڈنگ ہاؤس کی اندرونی سازشوں وہاں کی مختلف پارٹیوں  
 کی باہمی مخالفتوں میں حصہ لیا۔ کبھی کسی کے استیصال کی فکر کی۔ کبھی کسی کو رسوا  
 کرنے کے شورے کئے کسی پر تہمت تراشی۔ کسی پر الزام لگایا۔ کبھی خود متہم ہوئے  
 بدنامی اٹھائی۔ غرض یہ کہ چند سے یوں ہی گذاری لیکن مال کاران آؤدن کی رشہ واپس  
 جی اکتا گیا۔ طبیعت گھبرا گئی اور آخر کار ہم تینوں دوستوں نے بورڈنگ ہاؤس سے  
 قطع تعلق کیا اور کالج کے قریب ہی ایک بنگلہ کرایہ پر لے لیا۔

نومبر کی ۲۲ تاریخ ہی خزان کا عمل دخل ہو چلا تھا۔ ہوا میں خنکی آگئی تھی۔ صبح  
 کے وقت مونہہ سے بہا پ لکنا شروع ہو گئی تھی۔ فجر کو بلینگ سے اُٹھنے کو جی نہیں  
 ہوتا تھا۔ زاهدان عبادت گزار و عابدان شب زندہ دار تک بستر سے مفارقت کرتے  
 کچیا تے تھے۔ پھر بھلا ہم ایسے شقی القلب و سراپا آلودہ معصیت و بیگانگان عبادت  
 کا تو کیا پوچھنا کہ جنہوں نے کبھی سجد کی جگہ قبلہ کی طرف اکھڑ کر گرنے کی یہی کوشش  
 نہیں کی۔

خدا خدا کر کے آفتاب نے گوشہ مشرق سے سر نکالا۔ ادھر ہم یاران سرپل نے  
 بھی یکے بعد دیگرے دو دو چار چار منٹ کے وقفے سے اپنا اپنا نرم بستر چھوڑا۔  
 حوائج ضروری سے فارغ ہو کر میرے دونوں دوست تو مدرسہ کا کام کرنے کے لئے  
 علیحدہ کوئٹہ میں اپنی اپنی میزوں کے قریب بیٹھ گئے اور میں کہ جس نے اپنا کام  
 رات ہی کو کر لیا تھا شمالی رخ کے برآمدے میں آرام کرسی پر اپنی دونوں ٹانگیں اُسکے  
 دونوں بازوؤں پر پھیلا اور پائپ سلگا کر نیم دراز ہو گیا۔ مجھے اس حالت میں بیٹھے  
 ہوئے زیادہ دیر نہ ہوئی تھی کہ میری نظر اس مکان کی ایک کھڑکی پر کہ جو چارے  
 بنگلہ کے احاطہ کی دیوار کے متصل تھا پڑی۔ یہاں میری ان نابکار آنکھوں کو کچھ



ایسا ایمان فریب جلوہ نظر آیا کہ جس نے آگے چل کر میرے گناہوں کی فہرست میں ایک اور بڑا جرم بڑھا دیا۔

شیطان کبھی شیطان جو ایسے موقعوں کی تاک ہی میں رہتا ہے ان موجود ہوا اور اُدھر اُس کر اور ادھر میرے دل میں ایک ہی سے جذبات کا محرک ہو گیا۔

چونکہ میرے والدین کو میری دنیوی بہبودی کا میری دینی منفعت سے زیادہ خیال تھا اس لئے انہوں نے اپنی تمام کہششیں صرف میری دنیوی تعلیم پر صرف کر دیں اور مجھے دینی تعلیم سے قطعاً محروم رکھا۔ جس کا یہ نہ نتیجہ ہوا کہ

دل میں سوائے خالی عقیدت کے اور کچھ نہ تھا۔ اگر میں خدا اور خدا کے رسول کا قائل تھا تو صرف اس وجہ سے کہ میں نے اون لوگوں کو ان کے نام کی تقدیس کرتے دیکھا تھا کہ جن کی عظمت میرے دل میں تھی اور جنہوں نے مجھے کو پال پوس کر بڑا کیا تھا ورنہ بذاتہ میرے دل میں مذہب کی کوئی وقعت نہ تھی۔ یوں دنیا دکھلا دے کو میں چاہے جو کچھ بھی کہتا تھا۔ اور حقیقت مذہب پر بحث کرتے ہوئے میں نے اپنے خیالات کا اظہار خواہ کسی ہی مدلل اور موثر طریقہ پر کیوں نہ کیا ہو مگر اس کی حقیقت ضرب النشل والے ڈھول سے زیادہ نہ تھی۔

شباب کا عالم جوانی کی ترنگ۔ طالب علمی کا زمانہ بے فکری کے دن۔ عیش ہوا ہی چاہے۔ اب کیا تھا ہم بھی لہو لگا کر شہیدِ دن میں مل گئے اور عشاقِ نادار کی فہرست میں اپنا نام لکھوا لیا۔ دن رات کسی کے پیارے تصور سے جی بہلاؤ اور حسب حال اشعار پڑھ پڑھ کر عشق کے جن پر افسوں پہنکتے تھے۔

اُدھر دودھ پیر کی توپ دغی ادھر کٹہر کی باب اجابت کی طرح کہلی اور کسی کو بالآخر پر کوہ طور کا سامان نظر آنے لگا اور ہم بھی حکیم دارانی ارنی کہتے کمرے سے نکل پڑے

اشا روں کی تار برقی کے ذریعہ سے باہم گفتگو ہونے لگی۔ کسی کا کہی لجانا۔  
 کہی مسکرانا کہی شرماکر موندہ پہیر لینا۔ کہی ترچی لگا ہون سے دیکھنا۔ کہی چین بابرو  
 ہو جانا ہمارے دل پر چلیاں گراتا تھا۔ اور یہ حالت تھی کہ کہی ہاتھ جوڑتے کہی  
 سر نہوڑاتے کہی گڑ گڑاتے کہی دل پر ہاتھ رکھ کر قلب کی بے چینی ظاہر کرتے۔ کہی  
 آہ سر دھنچ کر دل کی الجھنوں کے پتے بتاتے کہی قلم تراش دکھا کر خود کشی کی  
 دھمکی دیتے۔

یار دوست کالج میں پروفیسر کے لکچر سنتے تھے اور ہم یہاں گھر بیٹھے عشق کا  
 درس لیتے اور حُسن کے قصاید و غزل کا حاشیہ دیکھتے تھے۔ یاران ہم طریق حیران و مگردان  
 کہ ہم مدرسے کیوں نہیں جاتے یہاں کوئی حیلہ قابلِ تصنیف ہو تو تراشیں۔ ناچار  
 بیماری کا چھوٹا بہانہ بنایا اور یوں بات کو ٹالنا چاہا۔ مگر عشق اور مشک کہی نہیں  
 چھپتی۔ آخر ایک دوست کو ہماری محبت کا حال معلوم ہو گیا۔

اگرچہ یہ بھی اپنی وضع میں ایک با مذاق اور قلندر طبیعت شخص تھے مگر دل کو  
 کمزور اور اخلاقی جرات سے بے نصیب۔ ہماری خوشامد میں آگئے اور رازداری کا  
 وعدہ کر لیا۔ مگر قسمت میں رسوائی بدی تھی۔ آخر دوسرے دوست پر یہی بہ راز  
 منکشف ہو گیا۔ یہ حضرت مزاج کے دارستہ عقل کے دشمن طبیعت کے ضدی  
 مگر باین ہمہ نیک نفس تھے۔ انہوں نے اول ڈانٹا۔ ڈرایا۔ دھمکایا پھر بہسلا یا  
 پہسلا یا اور سمجھایا غرض جب ان کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی تو حضرت نے مذاق اور زانا  
 ہم کو بنانا چکیوں میں اڑانا فقری کسنا پھیتی کہنا شروع کیا۔

لیکن ہم نے ان حضرت کو بھی پٹی پڑھائی اور بعد مدت و حاجت ان کو بھی آمادہ مددگار  
 کر لیا۔ جب ہر طرف سے اطمینان اور سب انتظام ہو گیا تو میں کریال میں غلہ لگائی  
 ہماری محبتوں کا راز افشا ہو گیا۔ ہمارے عشق کا فسانہ ہر جگہ پھیل گیا۔ میری مشوقہ

کے رشتہ داروں نے میری کہات میں آدمی بٹھائے۔ نا تجربہ کاری نے دام میں پہنسا دیا مگر خیر یہ گزری کہ عین وقت پر مجھے اپنی سلامتی کی ایک تدبیر سوچہ گئی ورنہ وہ بے بہاؤ کی پڑتین کپڑی کا دودھ یاد آجاتا۔ اتفاق سے میرے دونوں دوست ایک محفل رقص سرود میں گئے ہوئے تھے اگر کہیں وہ اس وقت موجود ہوتے تو ہنگامہ ہو جاتا بلوہ تک نوبت پہنچی اور خدا جانے کیا کیا فیصلے ہوتے۔

ریٹن بود بلائے وئے ہجر گدشت

اس ناشدنی واقعہ کے بعد میرے دل پر کچھ ایسا خوف طاری ہوا کہ بار دیگر محبت کے سلام و پیام کی ہمت یا راز و نیاز کی باتیں کرنے کی جرأت نہ پڑی۔ بارہا اُس سنگر کے اشارے اپنے ساتھ دیکھے۔ اوس کو اپنے سویر و ہاتھ جوڑتے پایا۔ اسکی میگوں آنکھوں کو پُر خم دیکھا مگر دل بیٹھ چکا تھا اور عشق کی پہلی ہی منزل میں میری ہمتوں اور وصلوں کا خاتمہ ہو چکا تھا۔

میری طرف سے جب اُس نے بیہ اغماض اور استغنا پایا اور ایسی دل شکن بے اعتنائی اور بے پروائی دیکھی تو ایک روز ایک مشاطہ کی معرفت میرے نام ایک رنگین اور معطر کاغذ پر اپنے اظہار حال میں ایک خط لکھا۔ اپنی بے تابی۔ بے قراری۔ بے چینی۔ پریشانی۔ دل کی جلن۔ سینے کی سوزش۔ جگر کی کاوش آنکھوں کی حونا بہ فشانے کا حال تحریر کیا۔ خدا اور اوس کے رسول کا واسطہ اور اپنے سر کی قسم دی اور یہ بھی رقم فرمایا کہ ”اگر کوئی ہمارا کہنا نہ مانے تو ہماری بہتی ہی کہائے۔ ہم کو ہے ہے کرتے ہمارہ جنا رہی دیکھے ہم کو ہی پیٹے“ خاتمہ خط پر بجائے نام یہ شعر لکھا۔

میرے دل کو یوں مٹایا کہ نشان تک نہ رکھا  
میں لپٹ کے رو تو لیتی جو کہیں مزار ہوتا

مروغاص کر اس بارہ میں نہایت سادہ لوح اور بیوقوف واقع ہوا ہے۔ لہذا ہی دانا  
 و فرزاد نہ کیوں نہ ہو جہاں کسی سپاری اور من موہنی صورت والی نے اشارتاً گناہ کیا  
 یا انا کہہ دیا کہ میں تم پر جان دیتی ہوں جی دارتی ہوں تو بس یہیہ حضرت سب کچھ  
 بہول جاتے ہیں۔ نہ فرزانگی باقی رہتی ہے نہ دانائی نہ عقل باقی رہتی ہے نہ بنیائی۔  
 اب یہہ جو کچھ دیکھتا ہے تو اسی مہ طلعت اور قمر لقا محبوب کی آنکھ سے اور جو کچھ  
 سنتا ہے تو اسی شیرین ادا کے ترانہ سنج کا لون سے اور جو کچھ بولتا ہے تو اسی غنچہ  
 دہن کے موہنہ سے۔ میں یہود و بارہ اس زاہد فریب ایمان کش حسین عورت کے  
 طلسمی خط کے اثر سے اسکے دام زلف میں گرفتار ہو گیا۔ اب کیا تھا اس کے خط  
 نے نامہ و پیام کی راہ کہول دی۔ اب تو بات بات پر کاغذی گھوڑے دوڑتے  
 تھے۔ روزانہ خطوط کے ذریعہ سے گفتگو ہوا کرتی تھی۔

جب ہمارے تعلقات کی ابتدائی حالتوں میں مضبوطی پیدا ہو گئی اور گرد و پیش  
 کے واقعات ہماری ناجائز تمنائوں کے بر لانے کے کفیل ہو گئے تو شیطان نے  
 نفس امارہ بن کر ہم کو ارتکاب معصیت پر آمادہ کیا اور ہم دونوں کو قعر ضلالت  
 میں دھکیل دیا۔

جھوٹ کے پالون نہیں ہوتے۔ چند سے لطف محبت رہا۔ مگر تاجکے۔ آخر  
 ہماری جھوٹوں کا لازماً فشا ہو گیا۔ لوگوں میں اس کے چرچے ہونے لگے اور اس کے  
 عزیز و قریب میری پر خاش پر آمادہ اور میری تخریب پر تیار ہو گئے۔

معاملات اور واقعات کی یہ صورت دیکھ کر میں نے اس مقام کے ترک  
 کرنے کا قصد کر لیا اور ایک دن اپنے دوستوں کی مدد سے چپ و چاپ وہاں سے  
 روانہ ہو گیا۔

بجائے اس کے کہ میرے دل میں اس گناہ کا افعال ہوتا مجھے اپنے کئے پر

پشیمانی ہوتی میں اپنے کردار بد سے بچتا کرندامت کے آنسو بہاتا خدائے قہار کی درگاہ میں ماتہار گڑ گڑا کر عفو تقصیر چاہتا میں اپنی بد اعمالیوں پر فخر کرتا تھا اور ہم وطن احباب کے روبرو اس واقعہ کو فخر کے ساتھ بیان کرتا اور اس کو اپنی زندگی کی بڑی فتوحات میں سے سمجھتا تھا۔

میری ظاہری صورت بڑی دھوکا دینے والی تھی۔ میری سیدھی سادھی طرز گفتگو میں بس ملا ہوا تھا۔ میری حرکات سکنت کے ظاہر انداز سے میری نیکو کاری ٹپکتی تھی۔ اجنبی تو بہلا کیا جان سکتا تھا خود میرے بزرگ میرے ہم عمر دوست تک اس امر سے ناواقف تھے کہ میں گرگٹ کی طرح رنگ بدل سکتا ہوں اور شنبہ بازوں کی طرح نظر کو دھوکا دے سکتا ہوں۔

میں نشہ جواں میں ایسا چورتھا کہ میرے دل میں بہولے سے یہی کہی موت کا خیال نہ گذرتھا میں لوگوں کو مرتے دیکھتا تھا اور اپنے آپ کو گویا لافانی سمجھتا تھا مگر موت گہات لگائے بیٹھی تھی۔ آسمان میرے گھنڈ پر منس رہا تھا۔ ابھی میں غفلت کی نیند سو رہا تھا کہ یکایک ایک جہلک مرض میں گرفتار ہوا اول اول تو مجھے اپنے مرنے کا دم و گمان بھی نہ تھا مگر چون و وقت گذر گیا یہہ تکلیف زیادہ ہوتی گئی مجھے اپنی موت کا تیقن ہوتا گیا۔

اب میری آنکھیں کھلیں تو دیکھا کہ میری وہ ہستی جس پر میں اس قدر نازاں تھا کہ اپنے روبرو کسی کی کوئی حقیقت نہ سمجھتا تھا محض بے بود تھی اور اس کی تار و پود کی وقت تار عنکبوت سے زیادہ نہ تھی۔

میری عمر کی آخری گھڑیوں میں میری تمام بد اخالیان میری آنکھوں میں پھر رہی تھیں۔ مجھ کو اپنے اوقات برباد و رفتہ کا بچپتا و آ رہا تھا۔ میں رہ رہ کر اپنی غفلتوں پر پشیمان ہوتا اور اپنی مصیبتوں پر ندامت کے آنسو بہاتا تھا مگر کوئی آواز یہ کہتی تھی

سنائی دیتی تھی کہ اوسراب زندگانی کے فریب خوردہ انسان اور اسے دنیا کو عیش و عشرت میں پھنس کر خدا کو بھول جانے والے ناشکر بندے اب ٹھوسے بہانے سے کیا فائدہ اب کہ تجھ پر باب تو بہ بند کر دئے گئے ہیں تو بہ کرنے سے کیا حاصل۔ اس وقت میری جان دو طرح کے غمون میں پھنسی ہوئی تھی۔ ایک تو بہری جوانی میں دنیا سے ناکام اُٹھ جانے کا صدمہ عزیز واقارب سے دائمی مفارقت کا قلق یا دوستوں سے چھٹنے کا ملال۔ کالج کی زندگی کے لطف میلے تماشوں کی بہاریں اور ان کی یاد دل کو مسوس رہی تھی اور بار بار یہ خیال آتا تھا کہ آہ اس صفحہ دنیا پر ہم نہوٹ گئے اور ہمارے ہم چشم ہمارے بعد ہی یون ہی گلچہری اُڑا میں گئے جیسے ہماری موجودگی میں اُڑاتے تھے وہ دوسرا رنج اپنے کردار کا تھا کہ جو بار بار ہوک کی طرح اُٹھتا اور مجھے بے چین کر کر دیتا تھا۔ آہ آتش و دوزخ کا نقشہ میری آنکھوں میں پھر رہا تھا اور وہاں کے مہیب مناظر کو تصور نے میری زندگی ہی میں مجھے پاؤر آتش کر دیا تھا۔

میں انہیں متضاد خیالات میں پھنسا ہوا تھا کہ قابض ارواح نے میری روح کو میری بدن سے کھینچ لیا۔ اور میری اس دنیاوی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ آہ سکرات موت اور عالم نزع کی تکلیف کا بیان میری موت بیانہ سے باہر ہے دنیا کی کوئی اذیت اور تکلیف اس درد جانستان کی مثال میں پیش نہیں کی جاسکتی۔

میں نے سنا ہے کہ خدا کے نیک بندے اور اس کے تابع فرمان انسان کہ جو اس کے خوف سے ڈرتے رہے ہیں وہ سکرات موت کی تکلیفوں سے اس قدر نہیں ستائے جاتے جتنے کہ ایک گنہگار اور روسیہ بندہ منافقوں سے ستایا جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

# مستمط مخمس

در مدح جناب محمد لطف الدین خان بهادر

درین زمان دلکشایفیض تو بهار با بساط سبزه منبسط میان کشت زار با  
سحاب تیره روی گل بسته از غبار با کنند شور هر طرف بشوق او هزار با

چو عاشقان خسته دل را خستیاق یار با

نگنדה است بر زمین بساط تازه باها در شده زم در چرخ هست زرنگار  
کشید اندر نخلها بسان شادان قطا صدای کبک فغان خیزد از اسه قمری هزار

بلند شد در چار و بدشت کوهر با

بیا بیا غ و کن نظر بحسن احتشام نخل میان زرگس و حسن نظاره کن مقام گل  
بزرگ باده از مطربا لب سببم گل ز شور بلبلان بیدین گلشن با بستم گل

ز دور و عاشقان نه شد از شر نگذار با

شیمیم را از گلستان نسیم میکشد عنان که تار سد عبیر آن بفرز نازک بتان  
چو طبله باست مشک تر سطر است بتان چو توده باست عبیر است روح از دوتان

نثار او هزار چین فداش صد تار با

بیاغ نایغ مرغ با نثار بالها بشوق طیر در هوا کشاده اند بالها  
چو دوبران تند مرغ خوشی و دلالها بدشت و که ز چار سو کنند مرغ غلها

فرق غرق یگان یگان بجز بگذارد با

فغانی و صد ارم بچشت ناز با نگر صفای کوثر جهان در آبش را نگر

ترانه هزار با بشا خسرو با نگر مرا خوش و تفتت دل در استغفار با نگر

بسوز شمع قاسمی بجان دل مشر را با

پری رخاسمن بر بخش عشوه زین من زبندگان رام تو چه این چه آن که چیه  
برای کشندگان خود مکن کمان تازره مکن خراب شهر دوده مزین زلف و گره

که شد اسیر دلم تو چو من دل بنهر را با

به طاق نه کتاب بن کدین فیض نسیم زفر طامستی و خوشی بعقل هوش نسیم  
اگر چه اندین زمان بنامی خوش نسیم زیاده طلعستان که خوش نسیم

باشتیاق رویها و زلفها و تار با

درین بهار دستان چنین است گل افشان روان بیاض سرخوشان لبند شاه و گلاب  
خو رندی زنده دلف بخرمی بوستان گرفته اند در چین سمن بران نوجوان

بدستکی ایای عبا بدستکی ستاره

به خوش است فعل خوش جای روی و شاد بکن ایام با ده پر به محبت سحری قدان  
نشا طافرض عین شد درین بان از جان رسید عهد لطف مین لطف یزد و جهان

چو لطف مین که از لطف گرفته صد بخار با

لا ذولمجا بر جهان معاذ و امن روان در شان مان بکیان چه پر کوک و جوان  
فروع شمع سروری منیا جلوه و دومان سحاب حمت و کرم خزان بخشایش آن

همی و دم بر دوزن زبده با هزار با

هز بر میخه دغا رنگ لجه قفس سپهر عالم سخا فروغ دیده و عطا  
عما و شرح مصطفی قوام ملت دلا محیط رفعت و علا امیر مملکت کشا

د بر امور با منظم دیار با

برمی خود پاک او د بر از همه عمل که عقل نکته گیر هم نیاید اندر و خلل



بفضل خلق جهان بقیل دانی از ازل  
بنظم ملک بے مثل نعیم کار بے بل  
بجاست گردن کند بذاش افکنار ما

نقد را عیلائے او فروغ دین ایزدی  
ز غر و مجر او قومی شریعت محمدی  
وحید عصر آمده بهر بهر ز بجزوی  
نمانده در زمانه آتش و جو طلمت بکی

بنوده پاکگاه را چو مهر در نهار ما  
بکل و عقد رانی او کشادگی و بستها  
کجا چو او میزری بهر فرزند و پستها  
بذل زر پرستها مفرحی پرستها

دیش و نوش او بود بهر یادگار ما  
چه از پدر بهر صفت ترا نمود کردگار  
چو در فراست و بهر تپه و تپان و تار  
بیا فرید حق ترا بزرگست بر روزگار

چنانکه خشم و دکن میان شهر یار ما  
درد خویش برتری بچو و علم و نظم کار  
چنانکه خشم و دکن میان شهر یار ما

شد دکن شهنشمن بهر و قدر آسمان  
عیان ز غره اش بود ضیاء و فره کیان  
گر گرم عطا کند خزانه های شاهان  
بهند و گرش بود ملا و کفایت آن

صنمین سمت بستر کفیل زرق خوار ما  
منیغ جلوه مومنین عیانت جلوسمین  
نظام ملک و مجد دین محب عالمین

روان فضل اولین سپهر فر آفرین  
یگانه سرور زمین منیر طلام برین  
مطلع ربی المین مطلع تاجدار ما

دروغ خشم خنجر می چو بر سر عداک  
بقا گریمت مرغ حجاب از فناک  
بیش کاه کوه را کندش انده هوا کشد  
ملک ز چینه تر فلک با فرین نوا کشد

کجا چو او بهمتی بوقت گیر و دار ما  
بهمت بلند او مدار سقف آسمان  
شبه که علم او بود قدر از نقصان نشان

چو ابر دست جود او ہمیشہ هست فشان  
بهر مال او دہد خدا بقا سے جاودان

سنین عمر او شود زیادہ از شمار ما

حصول نور می کند زیر منیر شہ  
بر ملک هست لطف بین امیر نظیر شہ

تجلی سر پرشہ امین شہ نصیر شہ  
محب شہ مشیر شہ معین شہ ظہیر شہ

بہنر شہ ازان شدہ مدار اعتبار ما

بہار خلد نگہی ز باغ خلق ہا سے او  
چو درک عقل او لین طبیعت ساعی او

رسد بہ چرخ چارمین لور سے اعتلا می او  
ز طبع جا دم کجا او اشد و ثنائی او

بسم ز فخر این قدر گزیندم بکار ما

تلطفش بحال من چو عید بانوید من  
عقاب او برائے من عدلیہ عید من

ہست امست جهان سیاہ من سفید من  
نگاہ دوست سوئی من ز طالع سعید من

چو سروران قدر و ان بسوئی خاکسار ما

چو جد من کنون مرا اگر چہ اقتدار نے  
بقیضہ من آن قدر متابع روزگار نے

خزانہ نے شکوہ نے پیادہ نے سوار نے  
عرا بہ نے دوا ہے ضیاع نے عقد نے

بمال و جاہ کمترم ز سلف کبار ما

براہ لطف اگر شوئی معین و نگسار من  
رسد بہ گنبد فلک کلاہ افتخار من

شود نصیب یا دور و بود زمانہ یار من  
چو صبح عید بر شود و شب نام من

طلوع مہر خرمی بشوکت و وقار ما

بطل زندگی خود گئے مگر دہام دعا  
مگر بعد فرخت ہمیشہ خواہم از خدا

نیم ہمہ سرا بہا و گیرم از تو دعا  
گویم از زبان دعا نویسم از قلم شہ

بقلب حاسدان رسد شر و فشان نہار ما

زمانہ تازہ لب شود ز دجلہ عطای ہو  
حکرم ملک بود موافق رہنمای ہو

کنہ لذنیہ کا مہا چوانگبین ثناءے او چو خضر باو تا ابہ درازی بقاسے او  
دعائے فاضل ابن ہوبلفظ اختصار

تطب الدین محمود

## غلاۃ شیعہ

بے نیاری سے فریب اوبت عیار نہ لے ہم نہ ماین گے خدا صورت انسان ہوگا  
غالیوں میں پہلا شخص میری دانست میں

عبداللہ بن سبا سے علمائے شیعہ کا بیان ہے کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا  
اور حضرت یوشع بن نون وصی موسیٰ ؑ کی شان میں غلو رکھتا تھا جب مسلمان ہوا تو  
حضرت امیرؓ کی شان میں اس نے غلو کیا۔ حضرت صادق ؑ فرماتے ہیں خدا لعنت  
کرے عبداللہ بن سبا پر کہ وہ امیر المومنین پر جان بوجہ کراقرار کرتا تھا اور امام  
محمد باقر ؑ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن سبا نبوت کا مدعی تھا اور امیر المومنین کو خدا کہتا  
تھا یہ خبر حضرت کو پہنچی تو اس سے بلا کر پوچھا اس نے اقرار کر لیا اور کہنے لگا تو وہی  
ہے مجھے الہام ہوا ہے کہ تو خدا ہے میں نبی ہوں۔ تین دن تک حضرت اس سے  
توبہ کرنے کو فرماتے رہے جب اس نے توبہ نہ کی تو حضرت نے اسے آگ میں جلا دیا  
اس کی نظیر فرقہ جیسائیہ میں موجود ہیں جن لوگوں نے مثل پولس وغیرہ کے الوہیت  
حضرت عیسیٰ ؑ کی تلقین کی اور انہوں نے اپنے تئیں اولکابی رسول قرار دیا۔

اس شخص کو تو حضرت نے جلوا دیا مگر بہت لوگ اس کے اتباع میں داخل ہو کر  
گمراہ ہو چکے تھے۔ صاحب فتح الباری بسند حسن روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی سی  
کسی نے کہا کہ مسجد کے دروازہ پر کچھ لوگ آپ کو بلانا خدا کہہ رہے ہیں حضرت نے

اُنھیں ہلا کر پوچھا کہ تم کیا بک رہے ہو ادھنوں نے کہا تو ہمارا رب اور خالق اور  
 رازق ہے۔ فرمایا لوگو خدا سے ڈرو اس کلمہ سے باز آؤ ادھنوں نے نہ مانا۔  
 دوسرے دن پھر آئے۔ قبر نے اکر عرض کی کہ واللہ وہی کلمہ کہتے ہوئے وہ  
 لوگ پھر آئے ہیں فرمایا اندر بلا لے غرضکہ آج بھی وہی کہا کیے جب تیسرا دن  
 ہوا تو حضرت نے فرمایا اگر تم یہ کلمہ کہہ جاؤ گے تو بُری طرح متعین قتل کر دینگا۔  
 ادھنوں نے اپنی بات کے سوا کچھ نہ مانا۔ فرمایا قبر مردوروں کو بلا لائیںٹے لیکر آئیں۔  
 غرض مسجد اور قصر کے درمیان ایک نالی کھدوی گئی اور کہا کہ زمین کو گہرا کھودو  
 پھر لکڑیاں لاسے اور اُس نالی میں آگ اور لکڑیاں ڈال دیں۔ پھر اون لوگوں  
 سے فرمایا کہ تم باز نہ آؤ گے تو اسی میں تم سب کو ڈال دینگا۔ غرضکہ ادھنوں نے  
 نہ مانا اور حضرت نے اُن سب کو اُس نالی میں ڈال دیا۔ فتح الباری کی اس  
 روایت کی تائید امام محمد باقر کے اس قول سے ہوتی ہے کہ قوم زط میں سے  
 ستر شخص حضرت امیر کے پاس آئے حضرت نے فرمایا میں بندہ خدا ہوں مخلوق  
 ہوں ادھنوں نے نہ مانا اور کہا تو وہی ہے تو وہی ہے۔ حضرت نے فرمایا  
 اگر تم توبہ نہ کرو گے اور میرے باب میں جو کلمہ تم لکھا اسے باز نہ آؤ گے تو میں تم  
 سب کو قتل کر دینگا اُن لوگوں نے نہ مانا نہ توبہ کی نہ اپنی بات سے باز آئے  
 حضرت نے اُن کے لیے کنوئیں کھدوائے اور ایک کنوین سے دوسرے  
 کنوین تک راستہ رکھا پھر اُن سب کو کنوئیں میں ڈال کر منہ کنوئیں کے بند  
 کر دئے اور ایک خالی کنوین میں جس میں کوئی شخص نہ تھا آگ سلگا دی۔  
 اس کنوین کا دھوان سب کنوئیں میں پہنچا اور وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے  
 اس روایت کی شرح میں لکھتے ہیں کہ قوم زط کے یہ لوگ سب ہنود تھے جن  
 ناقص میں یہ آٹا ہے کہ کیا عجب ہے کہ جاٹ کا معرب زط ہو اس میں شک نہیں

کہ یہ دو روایتیں ایک ہی واقعہ کے متعلق ہیں اس میں نالی کا لفظ ہے اور اس میں کنوؤں کا لفظ لیکن جب کنوئیں سے دوسرے کنوئیں تک راہ ہونی تو اسے نالی بھی کہہ سکتے ہیں۔ ان لوگوں کے قتل ہو جانے کے بعد بھی اس صلاحت کا استیصال کلی نہ ہوا۔ آخر اسی فرقہ کے وہ لوگ تھے جو کہتے تھے کہ امیر المومنین قتل نہیں ہوئے ابراہیم چلے گئے ہیں اور بجلی جو چمکتی ہو یہ ذوالفقار ہے۔

مختار | جناب صادق فرماتے ہیں کہ حسین بن علی مختار کی افتخار پر داری میں مبتلا تھے۔ امام کے اس قول نے مختار کو دین و دنیا سے کھودیا اس کی تمام خیرین پر پانی پھر گیا اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ مختار امام حسین پر اتہام کیا کرتا تھا اور روایتیں وضع کر کے حضرت کی طرف منسوب کر دیتا تھا امام حسین کے بعد محمد بن حنفیہ کی شان میں غلہ رکھتا تھا اور فرقہ کیسانہ کا بانی ہے۔ مگر تمام بنی ہاشم کا جان نثار تھا۔ سعودی لکھتے ہیں کہ عبدالقدیر زبیر نے اپنے تسلط کو زمانہ میں بنی ہاشم کو ایک درہ کوہ میں بند کر کے لکڑیاں جمع کی تھیں اور سب کے جلاؤاٹنے کا حکم دیا تھا۔ عین وقت پر مختار ایک لشکر جبار لب کر ہو چکا اور سب کو بچا لیا۔ فاطمہ بنت امیر المومنین اس قدر اسیر شفقت کرتی تھیں کہ اپنے ہاتھ سے اس کے لیے بھجونا بکھاتی تھیں اس کے معتقدین سمجھتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ زندہ ہیں اور کوہ رضوی میں غائب ہو گئے ہیں۔ تعجب یہ ہوتا ہے کہ جو خاندان رسالت کے ساتھ ایسی اراوت رکھے وہ امام پر خست بھی کرے اور کذاب کہلائے مختار کو مصعب بن زبیر نے قتل کیا۔

بیان | اس کا نام ہٹان بھی بعض روایتوں میں ہے۔ تناسخ کا قائل تھا شیخ نصیر امام زین العابدین پر اترے کیا کرتا تھا اور اپنے اقوال موضوعہ کو ان کی طرف

مذہب کر دیا کرتا تھا امام زین العابدین فرماتے ہیں کچھ لوگ ہمارے شیعوں  
 میں سے ہمارے ساتھ اس طرح کی محبت رکھتے ہیں کہ یہود عنبر کے باب میں  
 اور نصاریٰ عیسیٰ بن مریم کے باب میں جو عقیدہ رکھتے ہیں وہی عقیدہ وہ  
 لوگ ہمارے ساتھ رکھتے ہیں نہ وہ ہمارے اور نہ ہم انکے۔ صاحب۔ میزان  
 الاعتدال لکھتے ہیں کہ بیان بن سمان ہندی قبیلہ بنی تمیم سے سو برس کے  
 بعد عراق میں ظاہر ہوا وہ الوہیت حضرت علی کا قائل تھا اور کہتا تھا کہ الوہیت  
 و انسانیت ان میں متحد ہو گئی ہے اور ان کے بعد ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ  
 میں ان کے بعد ان کے بیٹے ابو ہاشم میں ان کے بعد خود بیان میں  
 وہ الوہیت منتقل ہوئی ہے اس نے امام محمد باقر کو ایک خط لکھا جس میں دو  
 تھا کہ میں نبی ہوں اور آپ کہہ بی طرف دعوت کرتا ہوں اس زندگی کو خالد بن  
 عبدالہد قصری نے قتل کیا اور آگ میں جلا دیا۔ انتہی۔ اس روایت سے یہ  
 نہیں معلوم ہوتا کہ امام زین العابدین کی الوہیت کا یہ قائل تھا بلکہ روایات  
 کتب شیعہ سے یہ مضمون مستفاد ہوتا ہے اور حضرت صادق نے اس پر لعنت  
 کی ہے کہتا تھا ایہ ہذا بیان للناس میری شان میں اثر ہے۔  
 مغیرہ بن سعید فرقہ مغیریہ کا بانی امام محمد باقر پر افرے کرتا تھا خباب امیر کی نسبت  
 رکھتا تھا۔ حضرت صادق فرماتے ہیں خدا لعنت کرے مغیرہ بن سعید پر اور اس  
 یہود پر جس کے پاس جاکر وہ سحر و شعبہ و افراسیخہ آیا کرتا تھا اس شخص نے  
 میرے باپ پر افرے کئے ہیں۔ اس کا مذہب یہ تھا کہ خدا کی شکل آدمیوں کی  
 سی ہے اس کے سر پر تاج ہے اور امام محمد باقر کے بعد محمد بن عبدالہد  
 بن الحسن بن الحسن امام ہوئے۔ اور وہ زندہ جاوید ہیں ان کے بعد اپنے تئیں  
 پہلے امام کہتا تھا پھر نبی کہنے لگا یہ بھی قتل کیا گیا۔

ابو الخطاب محمد بن ابی زینب مقلاص بڑا اصحاب اثر شخص معلوم ہوتا ہے جس کے  
 اتہاس و انصار و دعا بہت کثرت سے تھے امام محمد باقر اور حضرت صادق پر یہ  
 شخص اتہام کیا کرتا تھا۔ امام محمد باقر فرماتے ہیں خدا لعنت کرے ابو الخطاب  
 پر اور اس کے اصحاب پر اور اُس پر جو اُس کے ملعون ہونے میں شک کرے  
 یا توخت کرے اسکے بعد فرمایا خدا لعنت کرے ابو النضر اور جعفر بن واقد اور ہاشم  
 بن ابی ہاشم پر انہوں نے ہمارے نام سے لوگوں کو لوٹ کھایا اور مذہب ابو الخطاب  
 کے دعا میں سے ہیں۔ کو فہ عجیب سرزمین تھی اس کی امت و ہیں سے پھیلنا  
 شروع ہوئی۔ حضرت صادق بھی اس شخص کے ہاتھ سے بہت نالان تھے۔  
 فرماتے ہیں واللہ اہل کو فہ جو کچھ میرے باب میں کہتے ہیں اگر اُسے میں گوارا  
 کر لیتا تو زمین مجھے کھا لیتی میں ایک بندہ مملوک ہوں مجھے کسی شے کے نفع  
 و ضرر پر قدرت نہیں کہتے ہیں ابو الخطاب مدعی نبوت ہونے کے پہلے  
 راہ راست پر تھا اور شیعوں اُس کی روایت پر اعتبار کرتے تھے لیکن ابن النضر  
 جو علماء رجال شیعہ میں سے ہیں یہی کہتے ہیں کہ میری رائے یہ ہے کہ  
 وہ دو روایتیں بھی قابل ترک ہیں۔ ابو الخطاب اپنے شتر اصحاب کے ساتھ  
 قتل کیا گیا اس کے معتقدون میں یونس بن ظبیان ایک شخص تھا۔ نقل ہے  
 کہ ابو الخطاب کی بیٹی مر گئی تو ابن ظبیان اُس کی قبر پر آکر کہتا ہے السلام  
 علیک یا بنت رسول افتد۔ ایک شخص نے امام رضا کے سامنے ذکر کیا کہ یونس  
 بن ظبیان کہتا ہے کہ میں ایک شب طواف کر رہا تھا ناگاہ جبریل مجھ پر نازل  
 ہوئے۔ حضرت کو یہ سنکر تاب نہ رہی کہا نکل یہاں سے خدا تجھ پر اور یونس  
 بن ظبیان پر ہزار لعنت کرے کہ ہر لعنت فقر جہنم میں لیجاسے ابو الخطاب کا خلیفہ  
 بزیج تھا اُس نے معراج کا دعویٰ کیا اس پر بھی امام نے لعنت کی ہے۔

مفضل بن عمر اہل بیت کو رازق عباد کہتا تھا اور ابو الخطاب کا مذہب رکھتا تھا کہتا تھا ابو الخطاب کے ساتھ ستر پیغمبر قتل ہو گئے کہ ان سب نے اپنے معبود کو دیکھا تھا۔ مفضل حضرت صادق کے اصحاب میں تھا اس نے حضرت پرہیز سے انفرے کئے ہیں کہتا ہے ہم سب بارہ آدمی مل کر حضرت صادق کی خدمت میں گئے حضرت نے ایک ایک شخص کو ایک ایک پیغمبر کے نام سے سلام کیا۔ کسی کو کہا السلام علیک یا نوح کسی کو کہا السلام علیک یا ابراہیم آخر میں جو شخص تھا اسکو کہا السلام علیک یا یونس۔ میں کہتا ہوں غیبت یہ ہو کسی کو السلام علیک یا محمد نہیں کہا۔ یحییٰ بن عبد الحمید جانی کہتے ہیں۔ میں نے شریک سے پوچھا کہ بعض لوگ جعفر صادق کو ضعیف الحدیث سمجھتے ہیں اور ہونے لگے کہ مفضل وہ بیان و غم غلطی وغیرہ نے انکو بدنام کر دیا ہے اور ان پر انفرے کئے ہیں جھوٹی باتیں بنا کر یہ لوگوں کو لوٹا کرتے تھے عوام الناس ان کی بات کا اعتبار کرتے تھے اور ان کو مال و زر دیتے تھے اگر تو نے جعفر صادق کو دیکھا ہو تو تو مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ کیسا زمانہ تھے۔ حضرت صادق نے مفضل پر لعنت اور اس سے برارت کی ہے اور حضرت کے اصحاب میں سے وہ شخص بدنام کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت سے پوچھا کہ کیا ہم بھی مفضل پر لعنت اور اس سے برارت کریں تو آپ نے اجابت دی اور ہم نے بھی اُس پر لعنت کی۔ یہ شخص رجال شیعہ میں داخل ہے مگر سناد عقیدہ کے سبب سے اس کی روایت کو ضعیف سمجھتے ہیں بعض روایتیں بہت طویلانی عالیہ المصناین اس نے حضرت صادق سے نقل کی ہیں جو توحید مفضل و حدیث المبلغ کے نام سے مشہور ہیں۔ تاسخ نے توحید مفضل کا ترجمہ اردو میں نظم کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح ابن الغضائری نے ابو الخطاب کے تمام روایات کو قابل ترک کہا ہے اسی طرح



اس کے بھی تمام روایات اعتبار کے قابل نہیں۔ یہ بھی ابو الخطاب سے کسی بات میں کم نہیں رہا۔

سعلی بن خنیس | کو مذکور ہزار حضرت صادق کا غلام آزاد کردہ ہے پہلے اس نے مغیرہ بن سعید کا مذہب اختیار کیا پھر نفس زکیہ کے دعاۃ بین داخل ہوا غالیوں نے اس سے بہت سی روایتیں نقل کی ہیں۔ آئمہ کو یہ پیغمبر سمجھتا تھا اس پر حضرت صادق نے فرمایا کہ جو لوگ ہمیں انبیاء سمجھتے ہیں ہم ان سے بری ہیں تعجب ہے کہ اس کی روایت صحیح سمجھی جاتی ہے۔ اس شخص کو داؤد بن علی سے قتل کیا۔

محمد بن بشیر اہل کوفہ میں سے تھا امام موسیٰ کاظم کے اصحاب میں اس کا شمار ہے ان کو خدا اور اپنے تئیں ان کا پیغمبر کہتا تھا اور ان کی طرٹ اپنی روایات موضوعہ کو مصلوب کر دیتا تھا۔ امام موسیٰ کاظم فرماتے ہیں ہم لوگوں پر جس جس نے عہد افر کیا خدا نے اُسے تلوار کا مزہ چکھا دیا۔ علی بن الحسین پر بیان افرے کیا کرتا تھا خدا نے اُسے تلوار کا مزہ چکھا دیا۔ ابو جعفر باقر پر مغیرہ بن سعید افرے کیا کرتا تھا خدا نے اُسے تلوار کا مزہ چکھا دیا۔ میرے باپ پر ابو الخطاب افرے کیا کرتا تھا خدا نے اُسے تلوار کا مزہ چکھا دیا۔ ابن بشیر پر خدا لعنت کرے اور ذائقہ شمشیر اسے چکھائے یہ مجھ پر افرے کیا کرتا ہے خدا وندا اس نجس پلید ابن بشیر کے ہاتھ سے مجھے چھڑانا میں کے معتقدین یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ موسیٰ بن جعفر نہ مرے نہ قید ہوے بلکہ غائب اور پوشیدہ ہو گئے ہیں اور وہی امام قائم و مہدی ہیں اپنی غیبت کے وقت محمد بن بشیر کو اپنا وصی و خلیفہ کر گئے ہیں۔ یہ شخص بڑا حیلہ ساز و شعبہ گرد تھا ایک باریک بینی پر اسے پر اسے امام موسیٰ کاظم کی قدوم روغنی تصویر کھینچی تھی کہ جب اُس میں سانس بھر دیتا تو وہ تصویر کھڑی ہو جاتی

تھی اور جب ہوا نکال ڈالتا تو اُسے لپیٹ کر چھپا رکھتا تھا لوگوں سے کہتا تھا کہ موسیٰ کاظمؑ میرے ساتھ ہیں اور اکثر لوگوں کو اندھیری کو ٹھہری میں تصویر کا شعبہ دکھا کر گمراہ کرتا تھا۔ اور اس کے سوا اور بھی عجیب و غریب شعبہ اُسے آتے تھے۔ حضرت صادق اور موسیٰ بن جعفر دونوں نے اُسکو بدعالمی تھی انواع عذاب میں مبتلا ہو کر قتل کیا گیا۔

محمد بن فرات [یہ شخص امام رضاؑ پر اتہام کیا کرتا تھا۔ حضرت فرماتے تھے خدا لعنت کرے ابن فرات پر اور اُسکو تلوار کا ڈالنے چکھائے یہ شخص مجھ پر افرے کرتا ہے ایسی اذیت تو ابو الخطاب نے بھی حضرت صادق کو عذبی ہوگی جو اس شخص کے ماتھے سے مجھے پہنچ رہی ہے۔ ابن فرات اپنے نہیں باب کہتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ باب مدینۃ العلم کا مقابلہ اس لقب سے مقصود تھا شاید یہ پہلا شخص ہے جسے باب ہونے کا دعویٰ کیا اور اُس کے ساتھ ہی نبوت کا بھی اہم اسم بن مہدی نے اُسکو قتل کیا۔ اسی طرح امام رضاؑ کے اصحاب میں محمد بن سلمان بھی غالی و کذاب کہلاتا ہے اور اُس سے روایت کی جاتی ہے۔

سجادہ اس کے ماتھے پر اتنا بڑا گھٹا تھا کہ نشانِ سجدہ اس کا نام ہی مشہور ہو گیا یہ بھی کوئی ہے۔ امام محمد تقیؑ کے اصحاب میں تھا۔ علمائے رجال کہتے ہیں خدا لعنت کرے سجادہ پر یہ ملعون ابو الخطاب کو رسول اللہ سے افضل سمجھتا تھا۔ محمد بن نصیر فہری نصیری [فرقہ نصیری اس کی طرہ منسوب ہے کہتا تھا کہ امام علی نقیؑ خدا میں اور میں ان کا رسول ہوں اسی زمانہ میں ابو السمہری اور ابن ابی الزرقا بھی حضرت پر اور اُن کے پدر بزرگوار پر افرے کیا کرتا تھا ان کے علاوہ فارس بن عاتم قزوینی بھی مشہور افرہ پردازوں میں ہے۔ امام علی نقیؑ نے اپنے اصحاب میں سے جنید کو فارس کے قتل کرنے کا حکم دیا جنہوں نے

حسب ارشاد اُسے قتل کیا۔ پھر حضرت نے اسحاق کو کچھ اور غالیوں کے قتل کا حکم کیا جن میں ابو السمہری اور ابن ابی الرزق بھی تھا لیکن یہ لوگ بچ گئے۔ علی بن حنبلہ باب ہونے کا مدعی تھا اس کے بعد اس کا شاگرد یقطینی باب ہوا یہ خود اور اس کے تیون شاگرد قاسم سغرائی یقطینی اور ابن بابا اور محمد بن موسیٰ شریقی سب کے سب غالی و ملعون مشہور ہیں ان لوگوں کا قول تھا کہ قرآن میں حکم صلوة اور زکوٰۃ وغیرہ سے دلائے امام مراد ہے ۵

علی سے کر کے بیعت فکر کس کو دین دنیا کی سمجھتے ہیں ابھی دست خدا پا با خدا پایا اور اسی طرح معاصی میں بھی یہ لوگ تاویلین کرتے تھے ان کی رائے یہ تھی کہ وکلا اہل بیت نجات کے لیے کافی ہے ترک معصیت و انہماک طاعت کی ضرورت نہیں ۵

تسلیم یہ بے نیاز کیسی؟ روزہ کیسا نماز کیسی انہوں نے اپنا مذہب جاری کرنے کے لیے امام علی نقی اور امام حسن عسکری پر نہشتیں کی ہیں۔ امام علی نقی نے اپنے بعض اصحاب کو لکھا کہ ابن حنبلہ اور قاسم یقطینی کو شیطان نے بہکایا ہے میں ان لوگوں کے قول سے بری ہوں اور تم لوگ بھی ان سے ملنا چھوڑ دو خدا ان پر لعنت کرے اور ایک راوی نے امام حسن عسکری کو لکھا کہ کچھ لوگ ایسے ایسے اقوال آپ کی طرف اور آپ کے آباؤ اجداد کی طرف منسوب کرتے ہیں جس سے انہیں جبار خاطر ہوتا ہے ان لوگوں میں علی بن حنبلہ اور قاسم یقطینی بھی ہیں ان کے اقوال میں سے یہ بھی ہے کہ قرآن میں صلوة و زکوٰۃ سے دلائے امام مراد ہے اور اسی طرح معاصی میں بھی تاویلین کرتے ہیں۔ حضرت نے جواب میں لکھا تو ان اقوال سے اجتناب کر ہمارا یہ مذہب نہیں ہے۔

غلامین سے یہ سب وہ لوگ ہیں جو داعی فریقِ دہانی طریقِ گورسہ میں  
 اور جو ان کے اتباع و متقلدین و متقدین تھے اُن کا احصاء و شمار ہے ظاہر  
 ان کا ایسا کہ الوہیت و نبوت کا دعویٰ کرتے تھے اور لوگ مان لیتے تھے  
 علم اُن کا ایسا کہ اہل عرفان و اہل تفسیر و اہل حدیث میں ان کا شمار تھا۔  
 ان لوگوں نے خطبہ بیان وضع کر کے جناب امیر پر اور سورۃ علی تصنیف  
 کر کے خدا پر انفر کیا فضائلِ اہلبیت میں شیعوں کو بہت دھوکے دے ہیں  
 اور رواۃ شیعہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ زیادہ دھوکا اس سبب سے ہوتا تھا۔  
 کہ اکثر ان میں کے امام کے اصحاب اور مخصوصین میں شامل ہو جاتا کرتے تھے۔  
 محمد بن سنان وغیرہ کے بری کرنے کے لیے سید علی بن طاووس لکھتے ہیں کہ  
 ان لوگوں کو عسرت ظاہرہ کے ساتھ جو زیادہ تر خصوصیت تھی اسی امر نے شیعوں  
 کی نظر میں اُن کی قدر و منزلت کم کر دی یہ لوگ زیادہ خصوصیت کے سبب سے  
 اہلبیت کے چچھے ہوئے اسرار سے واقف تھے وہ اسرار جب شیعوں کے  
 سامنے بیان کرتے تھے تو شیعہ اُسکے سننے کے متحمل نہ ہو سکتے تھے اور انہیں  
 خالی کہنے لگتے تھے۔ یہاں شیعوں کے متحمل نہ ہونے سے اگر یہ مراد ہے کہ  
 وہ سمجھ نہ سکتے تھے تو یہ قول بامعنی ہو سکتا ہے اور اگر یہ معنی ہیں کہ شیعوں کی  
 خلاف اصول وہ اسرار تھے تو ہرگز وہ امام کا قول نہیں ہو سکتے۔ لامحالہ راوی  
 کے فاسد العقیدہ یا کاذب ہونے پر ولالت کرین گے اور مسلک احتیاط  
 یہ ہے کہ جرح کو تعدیل پر مقدم سمجھیں محمد بن سنان و علی بن خنیس و مفضل  
 و مختار وغیرہ پر جرح وارد ہو چکی پھر یہ قابل قبول کہان اسبے یضو ص صریحہ  
 میں سے صاحب الزمان کا فرمان ہے جو محمد بن علی کے نام آیا تھا اُس میں یہ ہے  
 ہے۔ اے محمد بن علی خداے عروج و جل اس سے برتر ہے جیسا یہ لوگ کہتے ہیں

اُس کے علم و قدرت میں ہم شریک نہیں۔ اُس کے سوا کوئی عالم الغیب  
 نہیں آپ محکم میں ارشاد فرماتا ہے قل لا یعلم من فی السموات والارض  
 الغیب الا اللہ جہا ہے شیعہ اور حقائے شیعہ نے جن کا دین پر پشہ سے  
 بھی کم ہے ہم کو اذیت پہنچا رکھی ہے میرا یہ فرمان تیری گردن پر اور جو اسے  
 سنے اُس کی گردن پر امانت ہے کہ میرے دوستوں اور شیعوں سے اسے نہ  
 چھپاے۔ شاید خدائے عزوجل اُن کے عقیدوں کی تلاشی کرے کہ دین حق  
 کی طرف رجوع کریں۔ اس فرمان کی عبارت سے ظاہر ہے کہ اُس زمانے کے شیعوں  
 میں بہت غلو پھیلا ہوا تھا یعنی حسبِ رائے غلاۃ اہل بیت رسولِ امجد کو عالم الغیب  
 اور خلق و رزق میں حق تعالیٰ کا شریک سمجھتے تھے۔ اسی زمانہ میں علما و فریقین  
 احادیث کی تدوین پر متوجہ ہوئے ہیں۔ رجال میں غلاۃ بھی ہیں۔ خوارج بھی  
 ہیں کچھ اوصیا پرست ہیں کچھ اولیا پرست ہیں جلولیہ و اتحادیہ و مجسمہ و مجبر و اباضیہ  
 و حروریہ و صفیریہ و بکریہ و حوثیہ و کرامیہ و مرجیہ و معتزلہ و اشاعرہ و قدریہ و جبریہ  
 و غیرہ کہ اگر سب گئے جائیں تو بہتر سے کہیں زیادہ ہیں۔ بعض محدثین نے  
 یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہمیں راوی کے مذہب سے کیا مطلب ہے و مناع و  
 کذاب نہ ہونا چاہیے بعض نے اپنے تجربہ پر عمل کیا کہ جمیع اہل اہوار میں خوارج  
 صادق اللہ ہیں۔ رجال صحیح بخاری کی فہرست میں صاحب فتح الباری نے  
 مکرمہ مروان۔ قیس۔ بکلی۔ ثور بن نرید۔ حمصی۔ عمران بن حطان۔ ثور بن زید  
 حوٹلی۔ داؤد بن الحسین مدنی۔ بہز بن اسد بصری۔ حصین بن نمیر واسطی۔ اسحاق  
 بن سوید عدوی۔ عبد اللہ بن سالم اشعری۔ جریر بن عثمان حمصی۔ ولید بن کثیر  
 مخزومی کو خوارج میں شمار کیا ہے۔ کسی کو لکھا ہے کہ مذہب خوارج صغیر رکھتا  
 تھا کسی کو لکھا ہے اباضی المذہب تھا کسی کو کہا ہے کہ اسے خوارج رکھتا ہے

کسی کو لکھا ہے کہ ناصبیت میں بدنام تھا کسی کو مستہم بہ ناصبیت کسی کو راس  
خوارج سے منسوب کسی کو لکھا ہے کہ علی کو بُرا کہتا تھا کسی کو لکھا ہے کہ ناصبی  
تھا اور علی کو بُرا کہتے ہوئے سن لیتا تھا مگر خود بُرا نہیں کہتا تھا اور اس کے  
ساتھ یہ بھی کہ صحیح بخاری کی تخصیص نہیں جماعت محدثین نے ان میں سے  
اکثر کے ساتھ اجماع کیا ہے۔ میں کہتا ہوں اس میں شک نہیں کہ غالی بدتر  
ہے ناصبی سے یہ مولائے مومنین کو بُرا کہتا ہے تو وہ اصل اصول اسلام یعنی  
توحید ہی سے بے بہرہ ہے اس نے رسول اللہ کی آخری وصیت کو نہ مانا وہ ان  
کی عمر بھر کی تلقین کو کھو بیٹھا۔ لیکن خوارج کے صادق اللہجہ ہونے کی کوئی وجہ  
حسن ظن کے سوا معلوم نہیں ہوتی۔ اس لیے کہ خوارج اہل اہوا میں ہیں اور اہوا  
داعیہ وضع۔ پھر ان کے قول سے احتجاج کیونکر صحیح ہوگا۔

علی حیدر طباطبائی

خیابان فارس۔ سفرنامہ لارڈ کرزن کا ترجمہ قیمت قسم اول مجلد نمبر ۱ روپیہ  
قسم دوم مجلد نمبر ۱

جنگ روس و جاپان۔ روس اور جاپان کی لڑائی ابتداء جنگ سے قیام  
امن و صلح تک کے واقعات و زمانہ کی شکل میں لکھے گئے ہیں۔ قیمت قسم اول مجلد نمبر ۱  
قسم دوم غیر مجلد نمبر ۱

سیہ قطعات۔ جکب موی ظفر علیخان صاحب بی۔ اسے نے نہایت سلیس اور جامع  
اور دو میں نہایت خوبی کے ساتھ ترجمہ کر کے شائع کیا۔ قیمت دو روپیہ۔ (غلا)  
ملاوہ محصول ڈاک۔

منہجوں کی دیو

دکن کو شہرہ آفاق اسلام نمبر ۱۲۵۴ صفحہ قیمت چار۔

## غزل

کھینچنے آئیگا سینہ سے جو پکان اپنا  
 اٹھ گئی کشتی سے بزم سے ہنگام سحر  
 فصل گل آئی ہے چلتی ہر جنون خیز ہوا  
 آڑ کے جاتی ہے مری خاک اور گاہ دہر  
 حشر کے دن بھی میں ہر ایک کمنہ کمنہ ہوں  
 ہوں وہ مشوریدہ کہ موجوں کی طرح ادر بے  
 کہیں ایسا تو نہور در سیہ پیش آئیے  
 کی جو انکس کی طرح گرد کہ درست پیدا  
 سر جدا ہو کے بھی سان تعلق نہ چھٹا  
 بسکہ تحصیل ادب بے ادبوں کی جو مجھے  
 اپنے ہی پاؤں میں چھتے ہیں جو بو دکا کر  
 اُس نے سو مرتبہ شب بھر میں سنوارے کیو  
 روز محشر کی بھی ایذا میں اٹھا لوں گا۔ مگر  
 خوش ہوں میں کج نفس میں میری پہلا کو  
 ناخن پا سے نہو چاک تو مجبور می ہے  
 اے جنوں ہو چکے ہم پر طریقت کے سرید

جوشِ حشمت میں بھی پابندِ قناعت ہوں نظم  
 اپنے دامن کو سمجھتا ہوں بیابان اپنا

سید علی حیدر طباطبائی

# بیکاری کے چند گھنٹے

سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو دوسرے

یہ چند وہ مغربی ہمسیر وہیں، جن کے کمال و شہرت کا دیا بچہ  
عزیز انہوں نے زرد جو ابر کی طرح سمجھ بوجھ کر صرف کیا تھا جس سے  
جواہرات میں تلے،

لیکن ذیل کی فہرست میں ہم چند ایسے ابوالعزم، عالی حوصلہ، ارباب قلم کے  
نام صبح کرتے ہیں جنہوں نے نام آوری و شہرت کا سبق چل پھر کر لیا ہے، نقشہ  
ممبران میں جن کے نام درج ہیں، انہیں خیر سوز نفعہ نہ سبھی تو دوسری گھڑیاں خاطر جمعی کی  
المجانی متعین، جنہیں خلوت میں بیٹھ کر فکر آئندہ کے نذر کرتے تھے۔ بخلاف ان کے  
ہمارے وہ قوی الارادہ ہمسیر جن کے نام نقشہ نمبر ۲ میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے  
نامساعدت ابام نے کبھی انہیں ایک جگہ کھڑے ہو کر دو حرف نہ پڑھنے دئے  
بلکہ راستہ کی ٹھوکرین کھا کھا کر انہوں نے اپنے علمی حدود وسیع کیے جن سے آگے  
چل کر خراج مشقت وصول کیا۔ آفرین! صد آفرین! ان کی اون سخت سحر سخت

لے ان مغربی مثالوں سے تمہیں یہ نہ خیال کرنا چاہیے کہ مشرق ایسے نولے پیش کرنے سے عاجز ہے  
بلکہ تمہیں جو طبع حواس مغربی دنیا سے ہو گئی ہے اُس نے ان مثالوں کے پیش کرنے کی غرض کی  
ورنہ یہ واقعہ ہے کہ آسمان کمال پر مشرقی ہی بالکمال مہر و ماہ جسٹ کرچے ہیں

آسمان در یوزہ کر دو آفتابش کر دو نام

نعلی اد آفتابش کو کش غیب یار مے من



مشفقون اور دل جوڑ کو ششون پر جن کی عظیم الفرصتی کے کارنامے دیکھ کر  
بڑے سے بڑا جفاکش مشفق و حیران رہ جاتا ہے اور اُس کے خیال میں ان کی  
وقت و دوا لاسو جاتی ہے۔

نمبر شمار	نام	وقت تحصیل	غیر معمولی مشاغل
۱	ڈاکٹر نازدن گوڈ	انٹار راہ آمد و رفت بھڑ معائنہ مریض	
۲	ڈاکٹر ڈارون		اُس کے پاس تقسیم اوقات میں تصنیف و تالیف کے لئے بجز اس وقت کے کوئی وقت نہ تھا چنانچہ اُس کی بیشتر تالیفات ایسی وقت مشقت کی ہیں۔
۳	ڈاکٹر زینبی	موسیقی کی تعلیم دینے کے لئے جاتا تھا اور چند شاگردوں کے یہاں کی قلیل عرصہ آمد و رفت میں	فرہنج اور اٹالین زبان میں سیکھیں اور ان پر عبور حاصل کیا۔
۴	کرک ہواٹ	عدالت کے کام سے فراغت حاصل کر کے مدرسہ جاتے ہوئے	یونانی زبان لیکچر اُس میں مہارت تام حاصل کی۔
۵	ڈاکٹر فرانسسیسی قیام	اوقات طعام میں نغمہ کھاؤن کے اقسام بہت	

نمبر شمار	نام	وقت تفصیل	غیر معمولی مشاغل
	شناس	جب اسے وقت -	و غیرہ کے طریقے، اور ان کے متعلق لطیف ولذیذ ہنرات ایک ضخیم جلدین
			ایک خوان پر اس شخص کی خوش مذاقی و نکاحات قابل داد ہے کہ یکم وقت تصنیف اور موضوع تصنیف میں اس نے کیا دلچسپ مناسب پیدا کر دکھایا
۶	مڈام دی جنلی	ایک معزز لیدی کو پرہائے جاتا تھا، اس کے کاغذ غفلت پر چونکہ انھیں چھپ جائے انتظار کے ترتیب خیالات میں گذر	اس کی چند مبہوتالیفات اسی وقت کی زیور ترتیب سے مرصع ہوئیں۔
۷	یو برٹ	پیشہ آہنگری کرتا تھا جب اس دولہا العرم آہنگر نے سوڈ کی خرید وخت کیلئے گھر سے نکلتا اپنی شوق کا سودا گھر ہی سے خرید لیتا۔	زبانیں (جدید - قدیم) حاصل کیں جن میں سے ہر زبان میں کافی مشق رکھتا تھا۔

ایک نوخیز تجربہ و نقل کا انسان ان خرق عادات سے انکار کر بیٹھے گا لیکن اُس کو  
مقابل ان ہدایتوں سے استدلال کیا جاسکتا ہے۔

۱۱، محطات کے تواتر سے گھٹنے اور گھٹنوں کے تواتر سے ایام بنتے ہیں، بڑے  
بڑے سرنگام پہاڑوں کی ترکیب ایسے ذرات سے ہے جو بمقدار اور بغیر آگ  
لمسکوب نظر نہیں آسکتے۔

۱۲، اور یہ عظمت و بلندی انہیں تدریجاً حاصل ہوتی ہے جس کا احساس نہیں ہوتا  
پس جو بگ وقت فرصت کو تمیزی سمجھ کر حسب قرار و سابق اُس سے سبق لیتے  
ہیں، اُن کے استقبال میں ایک عجیب شان بے نیازی و دلکشی پیدا ہو کر انہیں  
ہر جزو ذرات و دلالت کرتی ہے جو بذات خود اُن کو پارس بنا دیتی ہے۔ اس نایاب  
ورخوشنا اصول نے محض نامور و درمغسوں ہی پر اعجاز مسیحائی نہیں دکھلایا بلکہ  
علیٰ فرائض انجام دینے والے ارباب نظر کو بھی اس نے اپنا مفتون بنایا جس کو بعد  
ہمیں اُن مناصب سے علیحدہ ہو کے بھی معراج ارتقا نصیب ہوئی۔ اُس سے  
یادہ عیش اُٹھائے۔ اور بالکالون کے ذمہ دین گئے گئے۔ اور جنہوں نے موجودہ  
بشالی پر اعتماد کیا، ترقی کا پیچھا نہ کیا، وہ سرِ بقدم ہو گئے۔

الفرض مضمون بالا سے ان مسائل پر پوری روشنی پڑ جاتی ہے کہ  
م اپنی سخت سے سخت مصروفیت کے زمانہ میں بھی کسی مفید مشغلو کو جاری رکھ سکتے ہیں  
انہی تفریح کا کام بھی بہین کسی بہتر باکمال سے لینا چاہیے جسکی خلاف مذہبی  
ت سے قیاس، اور اس پر کاربند ہونے میں کامیابی کا راز پنہان ہے۔

م کسی کام کی طرف جھکیں، زمین عزم و ارادہ سے مدد مانگنی چاہیے جسکے ساتھ  
اولت شرط ہے۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین  
مردیکہ انداز گل افشانی گفتار رکھوے کوئی پیمانہ و مہم سے آگے  
جہاد و جہاد

[illegible][illegible]

ازین  
 موجود است (۱) -  
 و (۲) -  
 و (۳) -  
 و (۴) -  
 و (۵) -  
 و (۶) -  
 و (۷) -  
 و (۸) -  
 و (۹) -  
 و (۱۰) -  
 و (۱۱) -  
 و (۱۲) -  
 و (۱۳) -  
 و (۱۴) -  
 و (۱۵) -  
 و (۱۶) -  
 و (۱۷) -  
 و (۱۸) -  
 و (۱۹) -  
 و (۲۰) -  
 و (۲۱) -  
 و (۲۲) -  
 و (۲۳) -  
 و (۲۴) -  
 و (۲۵) -  
 و (۲۶) -  
 و (۲۷) -  
 و (۲۸) -  
 و (۲۹) -  
 و (۳۰) -  
 و (۳۱) -  
 و (۳۲) -  
 و (۳۳) -  
 و (۳۴) -  
 و (۳۵) -  
 و (۳۶) -  
 و (۳۷) -  
 و (۳۸) -  
 و (۳۹) -  
 و (۴۰) -  
 و (۴۱) -  
 و (۴۲) -  
 و (۴۳) -  
 و (۴۴) -  
 و (۴۵) -  
 و (۴۶) -  
 و (۴۷) -  
 و (۴۸) -  
 و (۴۹) -  
 و (۵۰) -  
 و (۵۱) -  
 و (۵۲) -  
 و (۵۳) -  
 و (۵۴) -  
 و (۵۵) -  
 و (۵۶) -  
 و (۵۷) -  
 و (۵۸) -  
 و (۵۹) -  
 و (۶۰) -  
 و (۶۱) -  
 و (۶۲) -  
 و (۶۳) -  
 و (۶۴) -  
 و (۶۵) -  
 و (۶۶) -  
 و (۶۷) -  
 و (۶۸) -  
 و (۶۹) -  
 و (۷۰) -  
 و (۷۱) -  
 و (۷۲) -  
 و (۷۳) -  
 و (۷۴) -  
 و (۷۵) -  
 و (۷۶) -  
 و (۷۷) -  
 و (۷۸) -  
 و (۷۹) -  
 و (۸۰) -  
 و (۸۱) -  
 و (۸۲) -  
 و (۸۳) -  
 و (۸۴) -  
 و (۸۵) -  
 و (۸۶) -  
 و (۸۷) -  
 و (۸۸) -  
 و (۸۹) -  
 و (۹۰) -  
 و (۹۱) -  
 و (۹۲) -  
 و (۹۳) -  
 و (۹۴) -  
 و (۹۵) -  
 و (۹۶) -  
 و (۹۷) -  
 و (۹۸) -  
 و (۹۹) -  
 و (۱۰۰) -

[illegible][illegible]

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰

۱۰۷  
۱۰۸  
۱۰۹  
۱۱۰  
۱۱۱  
۱۱۲  
۱۱۳  
۱۱۴  
۱۱۵  
۱۱۶  
۱۱۷  
۱۱۸  
۱۱۹  
۱۲۰

یہ نسخہ قاضی حاج احمد بن جیم و دیگر شریک

# ڈاکٹر برمن کی بنائی مشہور دوائیں

بکس برمن سے سات ہندوستانی استعمال میں آ رہی ہیں

۱) دماغ سے زور سے اچھٹا ہوا اسی دوا کے دو ایک موتا دہی سے دیتا ہے۔

۲) نیا ہے اس دوا کا استعمال کیا جائے تو دماغ سے جاتا ہے۔

۳) پورے دماغ کے پانچوں کا دماغ کا سانھی ہو گیا ہے وہ بھی اس دوا سے بہت موثر ہے۔  
 ۴) دوا - ڈاکٹر محمد علی ایک سو پانچیشی ایک دوا - قیمت ایک پینسی ایک روپیہ

ڈاکٹر برمن طاقت دینے والی دوا یون میں مشہور ہے  
 مقوی باہ کی گولیاں | فاسفورس اسکلینا اور ڈینا ملا کر یہ گولیاں بنائی ہیں۔

۵) ریشہ رگ - دماغ اور خون کو یہ طاقت دیتی ہے اس لئے ان کی کوری سے

بچا ہوا ہے معمولی کمزوری ہول دل یا دھون یا تھوڑے کا کاپنا نقوہ و غیرہ

گولیاں سے آرام ہوتے ہیں دوا ہفتہ کی نو راک تیس گولیاں کی پینسی - قیمت

ایک روپیہ ڈاکٹر محمد علی ایک سو چار پینسی ایک روپیہ

۶) اعراض مستورات کی دوا - ہر ایک انعام کے مستورات کی دوا ہے

ہر طرح کا دھم کی پیاری پرور روک حل کی کوری پیڑ دھاگ بین در دو چیز کو دھما

اس دوا کے استعمال سے رحم کی خرابی دور ہو کر صبر قوی ہوتا ہے ایک دھما

دوا کی بھی ہڈی دھما کیجئے - قیمت ایک پینسی ایک روپیہ (۱) ڈاکٹر محمد علی

ان دوا یون کی مفصل حالت معہ شیفٹون کی پوری کتاب بلوغت ملتی ہے

## ڈاکٹر برمن کے دوا

فیروزہ دار چند دوا اسٹریٹ کلکتہ





